امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- ماہ صفر المظفر
- تعلیم وتعلم آداب وطریقے
- اسلام میں مساجد کی عظمت واہمیت
- حضورؐ کی پوری زندگی حکمت کا خزانہ
- اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ
- طب وصحت، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 39 مورخہ ۲۷ر محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۸ر اکتوبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

کامیابی کا راز

اگر ہم پوری انسانی تاریخ کا جائزہ لیں تو تاریخ کے کسی دور میں ہم کو کوئی ایسا مذہب نظر نہیں آئے گا، جس نے جسم وروح کو باہم جمع کرنے اور مادی اور معنوی طاقتوں کو ایک دوسرے کے لیے لازم اور دین ودنیا کو بہ یک وقت ایک شاہ راہ پر چلنے کی ایسی نشان دہی اور تلقین کی ہو، جس طرح اسلام نے کی، اس سلسلے میں اسلام کا جو کردار رہا ہے وہ ایسا کھلا ہوا اور فطری ہے کہ ہر انصاف پسند انسان اس کی اس خصوصیت اور اس کی عظمت تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مثال کے طور پر فریضہ جہاد کو لے لیجیے۔ جو بہ ظاہر خالص مادی طاقت کے سہارے ادا ہوسکتا ہے، یا کم از کم اس کے لیے ظاہری ساز وسامان اور تیاری کی شدید ضرورت ہوتی ہے، لیکن اسلام نے اس فریضے کی ادائیگی کے لیے مادی طاقتوں کے ساتھ معنوی طاقت کی تیاری پر زور دیا ہے، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں پر بھی ایمان وتقوی کی قوت کو اولین ہتھیار اور مادی طاقت کے کامیاب ہونے کا پیش خیمہ قرار دیتا ہے۔ میدان جنگ میں بھی وہ تمام اسلامی اور انسانی آداب ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے، جو عام زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں، ایک طرف دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح سے تیار رہنے اور اس کے حملے کو روکنے کے لیے تمام ظاہری تدابیر پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت اور حکم ہے اور الحرب خدعۃ (جنگ خفیہ تدبیروں کا نام ہے) کا اعلان عام ہے اور **واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم** (اور جہاں تک ہوسکے فوج کی جمعیت کے زور سے، اور گھوڑوں کو تیار رکھنے سے، اُن کے مقابلے کے لیے مستعد رہو، کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں کے دلوں پر ہیبت بیٹھے گی۔) کا حکم ربانی ہے، تو دوسری طرف اس بات کی تلقین ہے کہ دامن تقویٰ کہیں ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، ایمان کی قوت میں کوئی کمی نہ آسکے، نمازوں کی ادائیگی میں کوئی فتور نہ واقع ہو، اللہ تعالیٰ کا لحاظ اور اس کا خوف ہر وقت مستحضر رہے، اور اسی کے ساتھ یہ فرمایا گیا کہ: دشمن پر خود سے حملہ نہ کیا جائے، لیکن حملے کا جواب ضرور دیا جائے تاکہ امت اسلامیہ کے وجود کو دشمن ختم نہ کرسکے اور اسلام کی عزت وعظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنان اسلام سے بارہا جہاد فرمایا اور فتح وکامرانی حاصل کرنے کے لیے معنوی طاقت کے ساتھ مادی طاقت کا بھی انتظام فرمایا۔ چنانچہ مسلمان بہادروں نے اس زمانے میں خود ڈھال، نیزے، تلوار اور کئی طرح کے ہتھیاروں کو اپنایا، اس زمانے میں ٹینک جس شکل وصورت میں موجود تھا اس کو بھی لڑائیوں میں استعمال فرمایا جنگ خندق میں جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا، تو آپ نے اس مشورے کو قبول فرمایا اور اس کو پسند کیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں شریک رہے۔

اور آپ کے بعد تمام مسلمان اسلامی جہاد کے فریضے کی ادائیگی میں آپ کے نقش قدم پر صدیوں تک چلے، اور جب تک آپ کی اتباع کرتے رہے، سرخرو وفتح مند اور کامیاب ہوتے رہے، انہوں نے بڑے بڑے دشمنوں کو شکست دی، اور ایسی ایسی فتوحات حاصل کیں جو نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ پوری دنیا کی تاریخ کا ایک اہم ترین باب ہے۔

لیکن مادی وسائل واسباب ظاہری تیاریوں اور تدابیر کی کامیابی کا سارا انحصار اس دوسری خفیہ طاقت پر ہے، جو انسان کے باطن اور اس کے ضمیر میں پنہاں ہے، اور وہ ہے ایمان ویقین کی طاقت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تربیت اسی نہج پر فرمائی تھی، آپ نے ان کے دلوں میں ایمان ویقین اور تقوی وعزیمت کا وہ بیج بویا تھا، جس کی جڑیں بے حد مضبوط تھیں، اسی طاقت کی بدولت انہوں نے تاریخ اور دنیا کو عظمت وعزت کے وہ واقعات عطا کیے جو عقل کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں، مٹھی بھر مسلمانوں نے ہمیشہ بڑے بڑے لشکروں اور زبردست طاقتوں سے نبرد آزمائی کی، اور ان کو ایسی شکست دی کہ وہ ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہوگیے،

یہی وہ طاقت تھی جو جنگ بدر میں ایک بھاری دشمن کے مقابلے میں صرف تین سو تیرہ مجاہدین اسلام کے لیے سرخروئی وکامرانی کا باعث بنی، اسی طاقت نے دو لاکھ سے زیادہ رومی سپاہیوں کو صرف چالیس ہزار مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار کرکے رکھ دیا، اور ان کا سر ہمیشہ کے لیے نیچا ہوگیا، کیا تاریخ ان واقعات کو فراموش کرسکتی ہے، اور کیا اس حقیقت سے انکار کی کوئی گنجائش ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت ملاحظہ ہو جو لشکر کی روانگی کے وقت آپ کیا کرتے تھے۔ ’’اللہ کا ڈر ہر وقت قائم رہے، غداری اور خیانت سے پرہیز کیا جائے، کسی بچے، عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔‘‘

اس وصیت کو بار بار پڑھیے، اعجاز وکمال کی اس بلندی پر بہ جز ایک رسول مبعوث کے اور کون پہونچ سکتا تھا؟ بالآخر یہی اصول اسلامی جہاد میں ہر جگہ کار فرما نظر آیا۔ صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا، خلفائے راشدین نے اس کی اتباع کی، اور وہ ہر جگہ، ہر موقع پر ہمیشہ کامیاب ہوئے، اللہ کا خوف ان کے رگ وریشے میں سرایت کر چکا تھا، وہ گھر میں ہوں یا مسجد میں، عام مجلسوں میں ہوں یا میدان جنگ میں، تقوے کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا تھا اور یہی ان کی کامیابی کا اصل راز تھا، یہی وہ بنیاد ہے جو غیبی امداد کا سبب ہے، اسی کے باعث اللہ کی نصرت میدان جنگ میں بھی ساتھ دیتی ہے۔ **وما النصر الا من عند الله** (اور مدد تو محض اللہ تعالیٰ کے پاس ہے) یعنی مادی وسائل اور تیاری ہی محض سب کچھ نہیں ہے، اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ شکست دے سکتا ہے، بلکہ فتح ونصرت کا اصل راز اللہ تعالیٰ کی رضا پر عمل پیرا ہونا اور اس کا خوف دل میں پیدا کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر اپنے جنگی کمانڈر حضرت سعد بن وقاصؓ کو یہ وصیت نامہ لکھ کر بھیجتے ہیں: ’’میں تم کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیتا ہوں، اس لیے کہ تقویٰ دشمن پر قابو پانے اور جنگ کی سب سے کامیاب تدبیر ہے، میں تم کو اور تمہارے تمام ساتھیوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ دشمن سے زیادہ گناہوں سے بچنے کی فکر کرو، اس لیے کہ لشکر کا گناہ اس کے لیے دشمن کی مصیبت سے زیادہ خوف ناک ہے، مسلمانوں کی کامیابی کا اصل سبب یہ ہے کہ ان کے دشمن معصیت میں مبتلا ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو یقین جانو کہ ہم کو ان سے لڑنے کی طاقت نہ تھی، اس لیے کہ ہماری تعداد ان کی تعداد سے اور ہماری تیاری ان کی تیاری سے بہت فروتر ہے، لہذا اگر ہم گناہ میں ان کے برابر ہوجائیں تو بلاشبہ وہ طاقت میں ہم سے بڑھکر ہوں گے، ہم محض اپنے اس فضل اطاعت اور معاصی سے اجتناب کی بنا پر ان سے جیت سکتے ہیں، یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے اس سفر میں اللہ کے مقرر کردہ کچھ فرشتے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو، وہ اسے دیکھتے ہیں، اس لیے ان سے شرم کرو، اور اللہ کی راہ میں نکلنے کے بعد گناہوں سے اجتناب کرو، اور یہ بھی نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں، اس لیے وہ ہم پر مسلط نہیں کیے جاسکتے، خواہ ہم کتنی ہی کوتاہیاں کریں، تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سی اچھی قوموں پر بری قومیں مسلط کردی گئیں، جس طرح بنی اسرائیل پر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں حصہ لیا تو مجوسی کافر مسلط کردیے گیے، اور وہ گھروں میں گھس پڑے، اور اللہ کا وعدہ پورا ہوکر رہا۔

کیا یہ ساری باتیں اس بات کی کھلی ہوئی دلیل نہیں ہیں کہ صرف مادی طاقت آپ کے کچھ کام نہیں آسکتی، مادی اسباب ووسائل اور ظاہری تدابیر کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ معنوی طاقت اور ایمان ویقین، تقویٰ وعزیمت زاد راہ ہو، اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو دین ودنیا، اور جسم وروح کی تفریق کا قائل نہیں وہ صرف صبر وتوکل اور زہد وقناعت کی تعلیم نہیں دیتا، اور نہ محض اسباب ووسائل پر اعتماد اور ظاہری قوت پر بھروسہ کرلینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں توازن اور دونوں پہلوؤں کی رعایت ضروری قرار دیتا ہے۔

مولانا سعید الرحمن الاعظمی ندوی

قابلیت اور قبولیت

’’دنیا میں محض قابلیت سے کام نہیں چلتا، بلکہ قبولیت سے چلتا ہے، اگر سرے سے قابلیت کے پیچھے لگ جائیں اور قبولیت کے اسباب ترک کردیں تو دنیا میں کبھی نتیجہ خیز کام نہیں کرسکیں گے، قابلیت زیادہ سے زیادہ کتاب دیکھنے سے آجائے گی، لیکن قبولیت اخلاق واعمال کی اصلاح، توجہ الی اللہ اور انابت الی اللہ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور مقبول بن کر آدمی جو بھی کام کرے گا وہ مقبول ہوگا، جو بھی نقل وحرکت کرے گا وہ مقبول ہوگی۔‘‘ (حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ)

بلا تبصرہ

’’رافیل معاہدہ سے لے کر پٹرول، ڈیزل کے بڑھتے داموں پر سرکار کی خاموشی نے عام آدمی کو سوچنے کے لیے مجبور کردیا ہے، چار سال پہلے غریبوں کی سرکار کا نعرہ بلند کرکے بی جے پی حکومت میں آئی تھی اور آج بے لگام مہنگائی اور رافیل معاہدہ میں ایک خاص کاروباری کو نامزد کرنے جیسے الزام اس کے گلے کی پھانسی بن گیے ہیں، خود فرانس کے سابق صدر نے اس کی تصدیق کردی ہے کہ ان کو ہندوستان کی صرف ایک کمپنی کا نام دیا گیا تھا۔‘‘ (ہندوستان ۲۹ر ستمبر ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

بات سیدھی کہو:

﴿اے ایمان والو! خدا سے تقویٰ کرو اور بات سیدھی کہو، اللہ تمہارے کاموں کو سنوارے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا﴾ (سورۂ احزاب: ۹)

مطلب: رب کائنات نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بندوں کو پاکیزہ زندگی گذارنے اور صاحب کردار انسان بن کر رہنے کی تلقین کی اور کہا کہ جو شخص جس قدر پرہیزگار رہوگا، وہ اتنا ہی اللہ سے قریب تر ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے نعمتوں کے دروازے کھول دیں گے، جس سے وہ دنیا وآخرت میں عزت وخوشحالی سے ہمکنار ہوگا، تقویٰ و پرہیزگاری کے مختلف عوامل میں زبان سب سے زیادہ نفع بخش ہے، یہ نیکی کا ذریعہ بھی ہے اور برائی کا آلہ بھی، اس سے دین بھی سدھرتا ہے اور دنیا بھی اس سے دونوں کام بگڑ بھی جاتے ہیں، اس لیے حدیث میں کہا گیا کہ جو دو جبڑوں کے بیچ پر قابو رکھے گا، جنت میں جائے گا، گرچہ زبان کی جسامت چھوٹی ہے، مگر اس سے ہونے والے گناہ بہت موٹے ہیں، اس لیے قرآن مجید میں حکم دیا گیا کہ لوگوں سے اچھی بات کہو۔ جب انسان کچھ بولتا ہے تو وہ سب لکھا جاتا ہے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ انسان کوئی بات نہیں کہتا، مگر اس کے پاس نگہبان تیار رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کو خوب سوچ سمجھ کر ناپ تول کے بات کرنی چاہیے، نہ کسی کی تحقیر وتذلیل کی جائے اور نہ ہی فقرے بازی کی جائے، چونکہ تلوار کا وار جسم پر ہوتا ہے، مگر زبان کا وار ہمیشہ دل پر ہوا کرتا ہے، پھر یہیں سے رشتے ناطے بھی ٹوٹ جاتے ہیں؛ اس لیے دلجوئی کی باتوں کو صدقہ کے برابر ثواب کا مژدہ سنایا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ عقلمند انسان سوچ کر بولتا ہے اور بے وقوف بول کر سوچتا ہے، پھر اس کو اپنی غیر دانشمندانہ گفتگو پر ندامت اٹھانی پڑتی ہے، آداب گفتگو میں سے یہ بھی ہے کہ پیچ دار گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے، بسا اوقات ماہر ڈاکٹر اور طبیب زبان کی رنگت کو دیکھ کر بیماری کا اندازہ لگا لیتے ہیں، اسی طرح کبھی کبھی انسان کے مزاج کا اندازہ گفتگو سے بھی لگایا جاتا ہے کہ یہ کس سوچ وفکر کا انسان ہے، فضول باتیں کرنا، یا چیخ کے باتیں کرنا غیر سنجیدہ ہونے کی دلیل ہے، اگر کسی کی اصلاح حال پر توجہ دلانی ہو تو سنجیدگی کے ساتھ بات کرنی چاہیے، تاکہ وہ اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو، ڈاکٹر محمد کلیم عاجزؒ کا ایک مشہور شعر ہے کہ!

بات گرچہ بے سلیقہ ہو کلیم
بات کرنے کا سلیقہ چاہیے

اس معاملہ میں ہماری ماں اور بہنوں میں بڑی بے احتیاطی دیکھی جاتی ہے کہ وہ جب غصہ کی حالت میں ہوتی ہیں تو ان کی زبان بے قابو ہو جاتی ہے اور پھر بات بگڑنے لگتی ہے، اس لیے غصہ کے وقت ہوشمندی ونرم مزاجی کا مظاہرہ ہونا چاہیے، چنانچہ اللہ رب العزت نے آیت مذکور میں فرمایا کہ اگر تم سیدھی اور سچی بات کہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو سنوارے گا اور کمی وکوتاہی کو معاف فرمادے گا۔

مساجد شعائر اسلام ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہیں مسجدیں ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔ (مشکوٰۃ)

وضاحت: مساجد شعائر دین ہیں اور اسلام کی اساسی تعلیمات کی اہم ترین نشرگاہ ہیں؛ اس لیے وہ روئے زمین کا سب سے پاکیزہ اور مقدس ومتبرک حصہ ہوتی ہیں، جہاں مسلمان صف بستہ کھڑے ہو کر اپنے فریضہ کی ادائیگی کرتے ہیں، ویسے اللہ رب العزت نے روئے زمین کے چپہ چپہ کو سجدہ گاہ بنایا، مگر مسجد میں حاضر ہو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کا اجر وثواب بڑھا ہوا ہے، تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ مسجدوں میں عبادت وریاضت کا پر کیف وروحانی ماحول ہوتا ہے، وہاں ذکر واوراد کرنے سے قلبی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے؛ اس لیے جس جگہ پر مسجدیں ہوتی ہیں، وہ جگہ دوسری جگہوں کے مقابلہ میں اعلیٰ وافضل ہوتی ہیں اور کیوں نہ ہو، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنت کے باغات سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو پھل کھالیا کرو، ایک صحابی نے عرض کیا کہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مساجد ہیں، پھر دریافت کیا کہ باغات سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ، اللہ اکبر۔ معلوم ہوا کہ خانہ خدا میں صرف عبادت وبندگی، ذکر وتلاوت، تسبیح ومناجات کئے جاتے ہیں، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت ونگہداشت رکھتا ہے تو اس کے لیے ایمان کی شہادت دو۔ اس لیے وہاں دنیاوی باتیں کرنا یا تفریحی مجلسیں جمانا احترام مساجد کے منافی ہے اور گناہ ہے، اس کی روحانیت ونورانیت کو برقرار رکھا جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہنگامہ آرائی سے منع فرمایا؛ کیوں کہ دنیاوی باتیں بازاروں میں ہوتی ہیں؛ اس لیے اس کو ناپسندیدہ کہا گیا ہے، وہاں شور وغل ہوتا ہے، ہر مذاق اور طبیعت کے لوگ ضروریات زندگی خرید رہے ہوتے ہیں، خاص طور سے موجودہ زمانے کی منڈیوں اور بازاروں میں تو وہ کون سی برائی ہے جو نہ ہوتی ہے اور شیطان اپنا کام نہ کر رہا ہوتا ہو، اسی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بازار جاتے وقت نگاہیں نیچی رکھنے اور لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد کا ورد کرنے کی تعلیم دی؛ تاکہ بازاروں کے ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ رہ سکیں، اس لیے ہر مومن بندہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہیے؛ تاکہ وہ دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار رہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مدرسۃ البنات کا قیام:

خالد ایک دیندار آدمی ہے، وہ چاہتا ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ایک ایسا ادارہ قائم کرے، جس میں قیام وطعام کا بھی نظم ہو، لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایسا ادارہ قائم کرنا جائز نہیں ہے، خالد کشمکش میں مبتلا ہے، وہ شرعی حل ڈھونڈنا چاہتا ہے، جواب سے نوازیں۔

الجـــواب و باللّٰہ التّــــوفیق

قرآن کریم میں جگہ جگہ غور وفکر اور تدبر کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ حکم عام ہے، مرد وعورت سب کو شامل ہے، اور بغیر علم کے نہ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قرآن وسنت کی تعلیمات کو جانا جا سکتا ہے، جب کہ قرآن وسنت کی تعلیمات کو جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”طلب العلم فریضةٌ علی کل مسلم“ (سنن ابن ماجہ/ ۲۰) علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت فرض ہے، زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا کرتی تھیں، بلکہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرات صحابیات رضوان اللہ علیہن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ہمارے مقابلہ میں مرد حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے رہتے ہیں، اور ہم عورتوں کو آپ سے علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے، آپ کم سے کم ایسا کریں کہ ہفتہ میں ایک دن ہم لوگوں کے لیے خاص کردیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور ایک صحابیہ کے مکان پر تشریف لے گئے، جہاں بہت سی عورتیں جمع ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں احکام شریعت کی تعلیم دی۔

”عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قالت النساء للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یومامن نفسک فوعد ھن یوماً لقیھن فیہ فوعظھن وأمرھن فکان فیما قال لھن ما منکن امرأۃتقدم ثلاثۃمن ولدھاالا کان لھا حجابامن النار فقالت امرأۃواثنین فقال اثنین“ (صحیح البخاری: ۱/ ۲۰؛ باب ھل یجعل للنساء یوماً علٰحدۃ فی العلم)

مذکورہ حدیث میں جہاں عورتوں کی تعلیم کی اہمیت معلوم ہوئی وہیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تحصیل علم کے لیے عورتوں کا ایک جگہ جمع ہونا جائز ودرست ہے، آج کے زمانہ میں جب کہ مغربی تعلیم وتہذیب نے مسلم معاشرہ اور سماج کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جس کے نتیجہ میں مسلم خواتین بھی اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وثقافت کو خیر باد کہتی جا رہی ہیں، اور مغربی تعلیم وتہذیب کے اثرات ان کی زندگیوں میں نمایاں طور پر نظر آ رہے ہیں، ضرورت ہے ایسے دینی ماحول کی جس میں ہماری نئی نسل کی بچیاں پروان چڑھیں، ان کے اخلاق وکردار روشن ہوں اسلامی تہذیب وثقافت کی دلدادہ بنیں، شریعت مطہرہ کو سمجھیں، دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور پھر معاشرہ اور سماج میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ”فَلَوۡ لَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ“ (التـــوبة: ۱۲۲) (سو کیوں نہ ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہونچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں۔)

اس عظیم مقصد کی خاطر جس طرح لڑکوں کے لیے طعام وقیام کے ساتھ مدارس کا قیام جائز ہے، اسی طرح خواتین کے لیے ایسے ادارہ کا قیام جس میں پردہ شرعی کی مکمل رعایت کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم وتربیت ہو جائز ودرست ہے۔ البتہ اس میں اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ وہ مدرسہ لڑکیوں کی آمد ورفت اور ہر طرح کے شرور وفتن سے مامون ومحفوظ ہو، پڑھانے والی دیندار تربیت یافتہ معلمات ہوں، اگر اس طرح کی معلمات نہ مل سکیں تو دیندار صاحب تقویٰ معلم ہوں اور پردہ شرعی کی پوری رعایت کے ساتھ پڑھائیں۔ اور ان پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔

کیا عورت کے اقرار سے زنا کا جرم ثابت ہوگا؟

ایک غیر شادی شدہ لڑکی کی عزت وناموس پر حرف اس وقت آیا جب کہ اس کا حمل ظاہر ہو گیا، لوگوں کے پوچھنے پر اس نے اقرار کیا کہ یہ حمل فلاں لڑکے کا ہے، جب کہ وہ لڑکا اس کو غلط اور بے بنیاد کہتا ہے اور پوری قوت سے اس کی نفی کرتا ہے، کوئی گواہ بھی نہیں ہے، محلّہ والے لڑکی کے اقرار کی بنیاد پر لڑکے کو مجرم قرار دیتے ہیں، اور زبردستی دونوں کی شادی کرا دینا چاہتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجـــواب و باللّٰہ التّــــوفیق

ثبوت زنا کے لیے چار ایسے شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے جنہوں نے دونوں کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ ”و یثبت بشھادۃ اربعة بالزناء لا بالوطء والجماع الخ“ (البحر الرائق: ۵/۷-۹) صرف عورت کے اقرار سے مرد پر زنا کا جرم ثابت نہیں ہوگا۔ (قولہ باقرارہ إن انکرہ الاٰخر) ای لا یجب الحدبإقرار احد الزانئیین إذا انکرہ اللاٰخر. (البحر الرائق: ۵/ ۳۱)

لہٰذا صورت مسئولہ میں محض لڑکی کے کہنے سے لڑکے پر زنا کا جرم ثابت نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس کو نکاح پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ نکاح شریعت کی نگاہ میں ایک محترم ومستحکم رشتہ ہے، جس کی بنیاد الفت ومحبت پر ہے، جبر واکراہ اور نفرت کی بنیاد پر یہ رشتہ مستحکم واستوار نہیں رہ سکتا ہے، اس لیے اس طرح کے جبری نکاح سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 39 مورخہ ۲۷/محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۸/اکتوبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

بے لگام جنسی تعلقات

کیرالہ کے اکتالیس سالہ تاجر جوسف شائنی جوان دنوں اٹلی میں قیام پذیر ہیں، نے دسمبر ۲۰۱۷ء میں عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) میں مفاد عامہ کے حوالہ سے ایک عرضی داخل کی تھی، جس میں دفعہ ۴۹۷ کو صنفی بنیاد پر تفریق قرار دے کر رد کرنے کی مانگ کی تھی، اس دفعہ کی رو سے شادی شدہ مرد اگر کسی دوسرے کی بیوی سے اس کے شوہر کی رضامندی سے تعلق قائم کرتا ہے تو یہ جرم کے زمرے میں نہیں آتا ہے، البتہ بلا اجازت اگر جنسی تعلق قائم کیا تو یہ جرم کے دائرے میں آتا تھا اور زنا کار مرد کو پانچ سال تک کی سزا ہوسکتی تھی، ایسے معاملات میں اس دفعہ کی رو سے عورت کو متاثرہ مان کر چھوڑ دیا جاتا تھا، اس پر کوئی دار وگیر نہیں کی جاتی، اسی طرح اگر زنا کار کی بیوی نے اس مسئلہ پر خودکشی کرلیا تو اس شکل میں بھی شوہر خودکشی پر ابھارنے والا قرار دے کر مجرم گردانا جاتا تھا، اس بنیاد پر طلاق کے لیے مقدمہ بھی قائم کیا جاسکتا تھا اور یہ تفریق کی بنیاد ہوسکتی تھی۔

یہ قانون ایک سو انٹھاون سال پرانا تھا، ۱۸۳۷ء میں تھامس بائیگٹن میکالے (لارڈ میکالے) نے تعزیرات ہند کے پہلے مسودے میں اسے شامل نہیں کیا تھا، لیکن ۱۸۴۷ء میں قانون ساز کمیٹی نے اس پر زور دیا کہ زنا کاری کو آزاد اور بے لگام چھوڑ دینا قطعا مناسب نہیں ہے، لیکن اس بار بھی یہ دفعہ داخل نہیں کی جاسکی، البتہ ۱۸۶۰ء میں اسے آئی پی اس کی دفعہ ۴۹۷ کے طور پر لاگو کیا گیا، تب سے یہ قانون ہندوستان میں نافذ تھا، اس درمیان اس قسم کی عرضیاں ۱۹۵۴، ۱۹۸۵ء، ۱۹۸۸ء اور ۲۰۰۱ء میں بھی سپریم کورٹ میں داخل کی گئیں لیکن عدالت نے اسے صنفی بنیاد پر تفریق والا نہیں مانا تھا، قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ۱۹۸۵ء میں جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کے والد جسٹس وائی وی چندر چوڑ نے تیس سال پہلے اس قانون کو باقی رکھا تھا۔

ان دنوں ہندوستان میں مغربی افکار واقدار کو اپنانے، قبول کرنے اور اسے عدالت سے منظور کرانے کی جو منصوبہ بند کوشش ہورہی ہے اس کے نتیجے میں اس دفعہ کو نکال باہر کیا گیا ہے، چیف جسٹس دیپک مشرا کی سربراہی میں جسٹس اے ایم کھانولکر، جسٹس آر اف نریمن، جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس اندو ملہوترا کی پانچ رکنی بینچ نے نہ صرف آئی پی سی کی دفعہ ۴۹۷ کو کالعدم قرار دیا، بلکہ سی آر سی کی دفعہ ۱۹۸ کے ایک حصہ کو بھی منسوخ کردیا، فیصلے الگ الگ سنائے گئے، لیکن سب اس بات پر متفق تھے کہ بیوی شوہر کی ملکیت نہیں ہے، اسے دوسرے سے بھی جنسی تعلق قائم کرنے کا اختیار ہے، البتہ اگر شوہر کو اعتراض ہو تو وہ طلاق کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے، جسٹس نریمن کی رائے تھی کہ شوہر اپنی بیوی کو کچھ کرنے یا کچھ نہیں کرنے کی ہدایت نہیں دے سکتا، جسٹس چندر چوڑ نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ یہ دفعہ عورت کو اس کی خواہش اور پسند کے مطابق جنسی تعلقات قائم کرنے سے روکتی ہے، اس لیے غیر آئینی ہے۔ فیصلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورت کے جسم پر صرف اس کا حق ہے، وہ شوہر کی جاگیر نہیں ہے، شادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بیوی اپنی جنسی خواہش شوہر کو سونپ دے۔ عدالت کا یہ بھی کہنا تھا کہ زنا کی وجہ سے شادی خراب نہیں ہوتی، بلکہ خراب شادی کی وجہ سے عورتیں غیر مرد کی طرف راغب ہوتی ہیں، ایسے میں اسے جرم مان کر سزا دینے کا مطلب ہے کہ دکھی لوگوں کے دکھ میں مزید اضافہ کیا جائے۔ جوسف شائنی کی عرضی پینتالیس صفحات کی تھی، عدالت عظمیٰ کے معزز جج صاحبان نے الگ الگ چار فیصلوں کے لیے ۲۴۳ صفحات کالے کیے، اس معاملہ میں حکومت نے جو حلف نامہ داخل کیا تھا، اس میں یہ واضح کردیا تھا کہ آئی پی اس کی دفعہ ۴۹۷ اور سی پی سی کی دفعہ (۲) ۱۹۸ کو ختم کرنے کا سیدھا اثر ہندوستانی تہذیب وثقافت پر پڑے گا، چوں کہ یہ دفعات شادی کو مقدس رشتے کے طور پر دیکھتا ہے اس لیے اس کو باقی رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

لیکن عدالت نے کسی کی نہیں سنی، اور شائنی کی عرضی میں جو دلائل دیے گیے تھے اس کو مان کر میاں بیوی کو بے لگام جنسی تعلق بالفاظ دیگر قانون اور عدالتی جواز فراہم کردیا ہے، لطیفہ یہ ہے کہ جائز چار شادیوں پر یہاں واویلا مچایا جاتا ہے اور ناجائز رشتوں کو قانونی جواز فراہم کیا جاتا ہے، یہاں بیوی کی مرضی کے بغیر شوہر کا جنسی تعلق قائم کرنا زنا کے زمرے میں آتا ہے، بیوی شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی ہے اور اٹھارہ، اکیس سال سے کم عمر لڑکے لڑکیوں کی شادی پر سزا دی جاسکتی ہے، لیکن لیوان ریلیشن شپ چاہے وہ کم عمری میں ہی ہو، کی اجازت ہے، یہ عدالت ہی کے مختلف فیصلے ہیں، جس کی تلخیص یہاں ذکر کی گئی ہے، ان فیصلوں کے نتیجے میں خاندانی نظام برباد ہورہا ہے، اور جس طرح مغرب میں بن باپ کے بچوں کی باڑھ سی آئی ہوئی ہے اور باپ کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری کاغذات میں ماں کے نام درج کرنے پر زور دیا جاتا ہے، اس کی شروعات یہاں بھی ہوگئی ہے، مستقبل کے ہندوستان میں حرام جنسی تعلق سے پیدا ہونے والے بچوں کی ذمہ داری لینے کو کوئی تیار نہیں ہوگا، ایسے میں یا تو وہ گھٹ گھٹ کر مرجائیں گے یا آوارہ اوباش، ناکندہ تراش ایک ایسی نسل پروان چڑھے گی، جس سے سارا سماج پریشان ہوکر رہ جائے گا۔

معزز جج صاحبان نے اس فیصلہ میں ان ملکوں کا بھی حوالہ دیا، جہاں اس قسم کے تعلق کو جرم نہیں مانا جاتا، پتہ نہیں کیوں ہمارے جج صاحبان کو وہی ملک نظر آتے ہیں جہاں اس قسم کی نازیبا اور غیر اخلاقی حرکتوں کو قانونی جواز فراہم ہے، دنیا کے بہت سارے ملک وہ بھی تو ہیں، جہاں اس قسم کے جنسی تعلقات غیر قانونی ہیں، امریکہ کو ہی لے لیجئے، یہاں کے اکیس ریاست میں یہ عمل غیر قانونی ہے، اور مجرم کو عمر قید کی بھی سزا ہوسکتی ہے، فلپائن میں چار مہینے سے لے کر چھ سال کی سزا بیاہی عورت کے دوسرے مرد سے جنسی تعلق قائم کرنے دی جاتی ہے، ایران میں ایسی عورتوں کو قتل کردیا جاتا ہے، سعودی عرب میں رجم یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے عدالت نے طلاق کے مسئلے پر بھی ملکوں کا حوالہ دیا تھا تو کیا اس طرح غیر ملکی حوالہ دے کر جسم فروشی کو بھی یہاں قانونی جواز ملے گا، وہاں بھی تو عورت اپنی رضامندی سے جنسی تعلق قائم کرتی ہے اور دنیا کے کئی ملکوں میں یہ ایک پیشہ کے طور پر رائج ہے، ہمارے ہندوستان میں اب طوائفوں کو سیکس ورکر کہا جانے لگا ہے، اگر عدالت عظمیٰ کے فیصلے کا یہی انداز رہا تو سارے کوٹھے کی گندگی گاؤں اور محلوں تک آجائے گی جو اب بھی تعزیرات ہند کی دفعہ کے تحت جرم ہونے کے باوجود کم نہیں ہے۔

آدھار

آدھار کارڈ کو مختلف انداز میں استعمال کرنے کی سرکاری منصوبہ بندی کو سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے سے دھچکا لگا ہے، یہ صحیح ہے کہ معزز جج صاحبان نے اس مقدمہ میں بیچ بیچ کی راہ نکالی، ایک طرف اس نے آدھار کارڈ کو پہچان کے ایک ذریعہ کے طور پر قبول کرلیا اور بغیر آدھار کے سرکاری یوجنا اور مراعات سے فائدہ اٹھانے کو ناممکنات میں سے قرار دیا، دوسری طرف اس نے واضح طور پر یہ بات کہی کہ آدھار کو موبائل فون، بینک کھاتے سے نہ جوڑا جائے، اسی طرح سرکاری ملازمین کے پنشن، اسکول میں داخلے، مختلف ملازمتوں سے متعلق مقابلاتی امتحانات، بیمہ پالیسی، پی اف کھاتے، کریڈٹ کارڈ موچوئل فنڈ وغیرہ سے آدھار لنک کو لازمی قرار دینے سے بھی عدالت نے انکار کردیا، اس سلسلے میں ۲۰۰۵ء میں قانون میں جو ترمیم کی گئی تھی اسے بھی عدالت نے تسلیم نہیں کیا، کیوں کہ یہ انسانون کے نجی راز کے محفوظ رکھنے کے بنیادی حق سے متصادم تھا، آدھار کارڈ سے متعلق جو بحثیں عدالت میں ہوئیں وہ تین مسائل پر مرکوز تھیں، ایک نجی راز کا تحفظ، دوسرے شناختی کارڈ کے طور پر اس کے استعمال اور عملی طور پر اس کے استعمال کے طریقے، ان تینوں پر اڑتیں دنوں تک عدالت میں سنوائی چلی، یہ عدالت کی تاریخ میں دوسری لمبی سنوائی تھی، جو مسلسل چلی، اس کے قبل ۱۹۷۳ء میں کیشونند بھارتی کیس میں اڑسٹھ دنوں تک سماعت ہوئی تھی، پانچ ججوں کی بینچ نے چار، ایک کی اکثریت سے یہ فیصلہ سنایا اور فیصلے کے لیے چودہ سو اڑتالیس صفحات کا استعمال کیا گیا۔

اس فیصلے کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ ''آدھار'' بالکل ''نرادھار'' نہیں ہے، بعض کے لیے لازم ہے اور بعض کے لیے غیر لازم، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بینک اور دوسری ایجنسیوں نے اس درمیان جو صارفین سے جبرا آدھار کارڈ جمع کروائے اس کا کیا ہوگا؟ کیا اسے واپس لیا جاسکے گا یا بینک والے اسے ڈی لٹ کردیں گے، اس بارے میں فیصلے میں کچھ نہیں کہا گیا ہے، جبکہ ایک اقلیتی فیصلے میں اسے فوری طور پر حذف کرنے اور اس کا استعمال نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ چار کے مقابلے ایک کا فیصلہ ہے، جس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، آدھار کا یہ سفر وزیر اعظم من موہن سنگھ کے عہد ۲۰۰۶ء میں شروع ہوا تھا، مارچ ۲۰۰۶ء، جنوری اور جون ۲۰۰۹ء ستمبر ۲۰۱۰ء، ستمبر ۲۰۱۲ء، جون اور ستمبر ۲۰۱۳ء میں تدریجا اس کے دائرہ کار میں اضافہ کیا جاتا رہا، جولائی ۲۰۱۷ء میں یہ معاملہ سپریم کورٹ پہونچا، مارچ ۲۰۱۸ء میں اس کی سماعت مکمل ہوئی، فیصلہ محفوظ رکھا گیا، ۲۶/ستمبر ۲۰۱۸ء کو عدالت نے فیصلہ سنا کر آدھار کو نرادھار ہونے سے بچایا اور بیچ بیچ کی راہ نکال دی، فیصلے کا کچھ حصہ عوام کے حق میں گیا اور کچھ سرکار کے حق میں، ایسا فیصلہ جس میں جیت ہار کی بات نہیں کہی جاسکتی۔

شعار اسلام

مسجد، شعار اسلام اور اسلام کے اجتماعی نظام کا مظہر ہے، جماعت کی نمازیں عموما مسجد میں ہی ہوا کرتی ہیں اور عام جگہوں پر نماز ہوجانے اور پاک زمین پر کہیں بھی سجدے کی اجازت ہونے کے باوجود نماز، جماعت، وغیرہ کے حوالہ سے مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس لیے اس کی شرعی اور بنیادی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مسجد روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ ہے، اسے اللہ کا گھر کہا جاتا ہے، یہ صدیوں کی روایت رہی ہے اور قرآن واحادیث کے نصوص اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں، ان تمام حقائق کے باوجود یہ معاملہ عدالت کے حالیہ فیصلہ سے پھر گرما گیا ہے۔ یہ معاملہ بابری مسجد کے انہدام کے بعد سرکار کے ذریعہ بابری مسجد کی وقف زمین کو ایکوائر کرنے کے بعد شروع ہوا تھا، جب اسماعیل فاروقی نے حکومت کے اس غیر قانونی فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں عرضی داخل کی تھی، ۱۹۹۴ء میں سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ نماز کے لیے مسجد ضروری نہیں ہے، اس لیے دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی طرح اس کی زمین حاصل کرنے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، اسی کو بنیاد بنا کر ستمبر ۲۰۱۰ء میں الہ آباد ہائی کورٹ نے بابری مسجد کی زمین کو تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا، اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی تھی تاکہ اس فیصلے پر نظر ثانی کی جائے اور اسے بڑی بینچ کے حوالہ کیا جائے، لیکن سہ نفری بینچ نے اس عرضی کو رد کردیا کہ ۱۹۹۴ء کے فیصلے پر غور نہیں ہوگا اس لیے اسے بڑی بینچ کے حوالہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ فیصلہ دو، ایک کی اکثریت سے کیا گیا، چیف جسٹس دیپک مشرا اور جسٹس اشوک بھوشن کی رائے یہی تھی، البتہ اس بینچ کے تیسرے جج ایم عبد النظیر نے اس فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اس پر دوبارہ نظر ثانی کی ضرورت بتائی، لیکن اقلیت کے فیصلے کی عدالت میں اہمیت نہیں ہوتی، اس لیے آن ریکارڈ یہ بات آگئی، لیکن فیصلے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکا، عدالت نے یہ بھی واضح کردیا کہ بابری مسجد کے مقدمہ کی سماعت عقیدت کی بنیاد پر نہیں، حقائق کی بنیاد پر ہوگی اور سماعت میں حقیت کے حوالہ سے بحث ہوگی، فیصلہ کا یہ جز یقیناً قابل اطمینان ہے، لیکن اسماعیل فاروقی مقدمہ کی بنیاد پر بابری مسجد کی حقیت پر اثر پڑے یا نہیں، لیکن یہ فیصلہ دوسری مسجدوں کی زمین اکوائر کرنے کے سلسلہ میں نظیر بن جائے گا اور بہت سارے مفاسد اس فیصلے سے وقوع پذیر ہوں گے، اس لیے اس فیصلے پر نظر ثانی ہونی چاہیے، تاکہ ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات میں اس فیصلہ کا سہارا لے کر مسلمانوں کے اس شعار کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

ماہ صفر المظفر

✍ : اظہر شاہ ستوریانی

صفر اسلامی مہینوں کی ترتیب کا دوسرا مہینہ ہے، جس کے لفظی اعتبار سے متعدد معانی ہیں خالی معدہ کا ہونا، بیماری وغیرہ کا متعدی ہونا اس دوسرے معنی کی مناسبت سے عرب زمانہ جاہلیت میں اس مہینے کو منحوس خیال کیا کرتے تھے، اور اسے صفر المکان یعنی گھروں کو خالی کرنے کا مہینہ کہتے تھے، کیوں کہ وہ تین پے در پے حرمت والے مہینوں کے بعد اس مہینے میں گھروں کو خالی کر کے لڑائی اور قتل وقتال کے لیے میدان کارزار کی طرف نکل پڑتے تھے، اور جنگ وجدال میں مصروف ہو جاتے تھے، ماہ صفر کے حوالے سے چند ضروری باتیں مندرجہ ذیل ہے۔

1-ماہ صفر دور جاہلیت میں

اسلام سے قبل دور جاہلیت میں عرب جس طرح بہت سی توہمات اور خرافات کے شکار تھے اسی طرح وہ اس ماہ صفر کو بھی منحوس اور بھوت پریت کا مہینہ تصور کیا کرتے تھے، جس طرح کسی کام یا سفر شروع کرنے سے پہلے پرندے کو اڑایا کرتے تھے اگر پرندہ دائیں جانب اڑتا تو اس کام یا سفر کو اچھا جان کر شروع کر دیتے تھے اور اگر پرندہ بائیں جانب اڑتا تو اس کام اور سفر کو منحوس خیال کر کے ترک کر دیتے تھے، اسی طرح اس مہینے کو منحوس اور بھوت پریت کا مہینہ کہتے تھے تین پے در پے حرمت والے مہینوں کے بعد یہ مہینہ جنگ وجدال اور قتل وقتال کا پہلا مہینہ ہوتا تھا جس میں سارا عرب معاشرہ اپنے اپنے گھروں کو خالی کر کے سارے ساز وسامان اور اہل وعیال کا ایک قافلہ لیکر میدان کارزار میں جمع ہوتے تھے اور اپنے نام ونمود، حسب ونسب اور انتقامی جنگوں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اس لیئے عرب اسے صفر المکان یعنی گھروں کو خالی کرنے کا مہینہ کہتے تھے۔ اس مہینے میں لڑائی جھگڑوں اور قتل وقتال کی زیادتی کی وجہ سے بہت سے قتل ہو جاتے تھے اس وجہ سے عرب اس مہینے کو منحوس اور بد بخت مہینہ تصور کرتے تھے، مشہور محدث اور تاریخ دان سخاوی اپنی کتاب "المشھور فی اسماء الایام و الشھور" میں عربوں کے ہاں صفر کے منحوسیت کا وجہ تسمیہ یہی بیان کرتے ہیں، کہ عربوں نے جب دیکھا کہ اس مہینے میں لوگ قتل ہو جاتے ہیں اور گھر برباد و خالی ہو جاتے ہیں تو انہوں نے اس مہینے کو اپنے لیئے منحوس قرار دیا۔ اور گھروں کی بربادی اور ویرانی کی اصل وجہ کی طرف توجہ نہ دی اور نہ ہی اپنے غلط کاموں کا احساس کیا، لڑائی جھگڑے، جنگ وجدل سے کنارہ کشی نہ کی بلکہ اس مہینے کو اپنے لیے منحوس قرار دیا، جس کی وجہ سے انہوں نے اس مہینے میں مختلف قسم کے توہمات اور خرافات ایجاد کیئے، اور کہا کہ ان کے ذریعے ہم اس مہینے کے شر اور نحوست سے بچتے رہینگے، مگر حقیقت میں نہ اس مہینے میں نحوست و مصیبت ہے اور نہ ہی یہ بد بختی اور بھوت پریت کا مہینہ ہے بلکہ ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے وہ مصائب و آفات میں مبتلا ہو جاتے تھے، اور اپنی جہالت کی وجہ سے اس مہینے کو منحوس اور بھوت پریت کا مہینہ تصور کرتے تھے۔

2-ماہ صفر کے من گھڑت بدعات۔

جس طرح زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کو منحوس جانا جاتا تھا اور اس کے شر و بلا سے بچنے کیلئے مختلف قسم کے خود ساختہ خرافات گڑھ لیے تھے، اسی طرح آج کل کے معاشرے میں بھی ماہ صفر میں بدعات و خرافات رواج پذیر ہے، جو ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں، ماہ صفر کے پہلے تیرہ دنوں کو منحوس قرار دیا جاتا ہے، اس میں شادی وغیرہ سے اجتناب کیا جاتا ہے، کہ ماہ صفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات مبتلاء ہو گئے تھیے اور ان تیرہ دنوں میں مرض وفات میں شدّت آ گئی تھی، جس کی وجہ سے ان دنوں کو منحوس خیال کر کے خوشی، شادی بیاہ سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس مہینے میں چنے ابال کر محلے میں تقسیم کئے جاتے ہیں تا کہ اس مہینے کے مصائب و آفات سے خلاصی ہو، آٹے کی 365 گولیاں بنا کر تالابوں میں ڈالے جاتے ہیں، تا کہ اس مہینے میں آنے والی بلائیں ٹل جائے۔ آسمانی بلاؤں، جنات اور مصیبتوں کے بھگانے کیلئے در و دیوار کو ڈنڈوں سے مارا جاتا ہے، تا کہ گھر سے بلائیں، جنات اور مصیبتیں نکل جائے۔ اس مہینے کی آخری بدھ کو گھی، چینی اور گڑھ کی روٹیاں بنا کر تقسیم کئے جاتے ہیں، اور سیر وتفریح کی غرض سے گھروں سے نکل کر پارکوں کا رخ کیا جاتا ہے، کہ آخری بدھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات سے افاقہ ہوا تھا اور غسل صحت فرمایا تھا، جب کہ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صفر کے آخر بدھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخار میں کمی کے بجائے مزید شدت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس مہینے کو مردوں کے لیے بھاری تصور کیا جاتا ہے۔ یہ سب خرافات اور توہمات ہیں حقیقت کا اس سے دور دور تک کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے، اسلام نے واضح کیا کہ جیسے اعمال ہونگے ویسے ہی نتائج نکلیں گے، کوئی لمحہ، کوئی دن ہمارے لیئے منحوس نہیں ہے ہماری بداعمالیاں ضرور ہمارے لیئے منحوس ثابت ہوتی ہیں، جو قومیں دین فطرت اسلام سے اعرض کرتی ہیں وہ اسی طرح توہمات اور بدشگونیوں کا شکار ہو جاتی ہے پھر انہیں ہر کام ہر چیز منحوس نظر آتی ہے، یہ توہمات اور بدشگونیاں انسان کو اندر سے کمزور کر دیتی ہے، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا کامل واکمل یقین انسان کو مضبوط اور مستحکم بنا دیتا ہے، پھر انسان کسی دن کسی ہفتے یا مہینے کو منحوس نہیں کہتا بلکہ وہ ہر خیر وشر کا اللہ کے طرف سے ہونے کا یقین رکھتا ہے۔

3۔ماہ صفر کے اہم واقعات۔

اس ماہ میں مختلف اہم اور تاریخی حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ غزوات وسرایا کی تعداد بھی بہت زیادہ ہیں۔ جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، اسلام کی سب سے پہلی جنگ غزوہ بدر اسی مہینے میں لڑی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود اس غزوہ میں شرکت کی، اور مسلمانوں نے تعداد میں کم ہونے کے باوجود کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ غزوہ ابواء اور بئر معونہ بھی اسی مہینے میں واقع ہوئی، جب کہ اسلام کی تاریخی فتح فتح خیبر بھی اسی مہینے میں ہوئی، جس سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ اسی طرح اس مہینے کی 9 تاریخ کو قبیلہ خثعم کی جانب قطبہ بن عامر کی قیادت میں سریہ روانہ ہوا اور فتح ان کا مقدر بنا۔ دین اسلام کے اہم رکن کفار کی اصلاح اور مسلمانوں کی دفاع کا اہم ذریعہ جہاد کا حکم بھی اسی مہینے میں نازل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا آخری لشکر 27 صفر کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں روانہ فرمایا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کی شدت اور پھر وصال کی وجہ سے مدینہ کے قریب ایک میدان میں ٹھرا رہا، اور بعد میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روانہ فرمایا۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے نکاح اور رخصتی بھی اسی مہینے میں ہوئی، حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہ کا نکاح بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مہینے میں ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مہینے میں مرض وفات میں مبتلا ہوئے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

کتابوں کی دنیا

تعلیم وتعلم - آداب وطریقے

✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اس بار مفتی نیر اسلام استاذ حدیث وادب دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، ''تعلیم وتعلم ۔آداب وطریقے'' کے ساتھ قارئین کے روبرو ہو رہے ہیں، یہ دراصل مولانا مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی (ولادت ۱۹۶۲ء) بن ماسٹر محمد ولی الرحمٰن صدیقی بن جناب محمد اسماعیل صاحب کی اس تقریر کی تشریح وتفصیل ہے؛ جو انہوں نے ۱۴/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱/جون ۲۰۱۸ء بروز منگل بعد نماز عصر طلبہ واساتذہ دار العلوم الاسلامیہ کے سامنے کی تھا، عصر سے مغرب کا وقت ہی کتنا ہوتا ہے، تلاوت کلام پاک، نعت خوانی اور مہمان کے تعارف کا وقت بھی اسی میں سے نکالا گیا، ظاہر ہے وقت مختصر ہی بچ گیا، اس مختصر وقت میں مولانا مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی مفتاحی جو مفتی وقاضی بھی ہیں درس وتدریس اور امامت وخطابت میں بھی ممتاز ہیں، مدارس کے بانی اور مختلف ملی تنظیموں سے بحیثیت رکن ان کی وابستگی بھی ہے، ان تنظیموں میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھی ہے، ملی کونسل بھی، مسلم مجلس مشاورت بھی، وہ مولانا امام اعظم تعلیمی ٹرسٹ اندور کے صدر بھی ہیں، آٹھ دس کتابوں کے مرتب، مؤلف اور مصنف بھی ہیں، موقع کی مناسبت سے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، جس میں اساتذہ کے مقام ومرتبہ کے ساتھ اساتذہ کی ذمہ داریاں بھی انہوں نے یاد دلائیں، طلبہ کی تادیب وفہمائش پر روشنی ڈالی، خلوص وللّٰہیت کے جذبہ سے کام کرنے کی تلقین کی، وقت کی قدر وقیمت سے طلبہ واساتذہ کو آگاہ کیا، شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے پر زور دیا، مفتی صاحب خود بھی مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں اور ان کا شمار حضرت کے خاص مریدوں میں ہوتا ہے، مجھے نہیں معلوم کہ اس بارگاہ سے انہیں ابھی خلافت ملی یا نہیں، لیکن قرب خاص اور صحبت پُر اثر انہیں حاصل ہے، اس اعتبار سے کئی لوگ انہیں رشک سے دیکھتے ہیں۔

ہمارے مخلص دوست مفتی نیر اسلام صاحب ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں، دوسروں کی تقریر نہ صرف غور سے سنتے ہیں، بلکہ ان کا خلاصہ بھی قلم بند کرتے رہتے ہیں، باصلاحیت لوگوں میں یہ صفت کم پائی جاتی ہے، کئی لوگ ہمارے ارد گرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو معاصرین کی تقریر جب ہوتی ہے تو پاس کے ہم نشیں سے گفتگو کرتے رہتے ہیں، کئی لوگ تو مجلس میں بیٹھنا بھی گوارہ نہیں کرتے، نوٹ لینا تو بہت اوپر کی چیز ہے، اس معاملہ میں مفتی نیر اسلام کا ذوق بالیدہ اور شعور پختہ ہے، مفتی ذکاء اللہ شبلی تو بڑے آدمی ہیں، مفتی نیر الاسلام ہر کہہ ومہہ سے مفید باتیں لیتے ہیں، محفوظ کرتے رہتے ہیں، ان کی کتابوں کے مقدمے اور پیش لفظ کو دیکھیں تو آپ میرے اس قول کی تائید کرنے پر مجبور ہوں گے، چنانچہ مفتی صاحب نے ان کی تقریر کے اقتباسات نوٹ کیے اور ان پر غیر معمولی اضافہ کر کے، تشریح کر کے پوری ایک کتاب گیارہ باب کی تیار کر دی، مفتی صاحب کو مضامین کو پھیلانے اور اس کو آگے بڑھانے کا ملکہ حاصل ہے، اور اس اعتبار سے وہ مولانا مناظر احسن گیلانی کی اطنابی تحریروں سے متاثر ہیں، مولانا گیلانی کی ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت اور سوانح قاسمی کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ وہ موضوع کو کس طرح پھیلایا کرتے تھے، سوانح قاسمی کا نام بروقت قلم پر آ گیا، مولانا گیلانی کے سامنے سوانح قاسمی کے مواد کے طور پر دار العلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے سولہ صفحات ہی تھے، یہ مختصر تحریر پھیلی تو سوانح قاسمی کی تین جلدیں تیار ہو گئیں، معلوماتی بھی اور ضخیم بھی۔

مفتی نیر صاحب نے بھی مفتی ذکاء اللہ شبلی کی ''تلخیص'' کو ''مختصر المعانی'' اور ''کافیہ'' کو ''شرح جامی'' بنانے کا کام کیا ہے اور یہ فن یقیناً ہم میں سے بہتوں کو نہیں آتا۔

تعلیم وتعلم، درس وتدریس کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد قاری صدیق صاحب باندوی کی آداب المعلمین وآداب المتعلمین خاصے کی چیز ہے، راقم الحروف کی کتاب ''مدارس اسلامیہ میں منصب تدریس اور طریقۂ تدریس بھی اہل علم کی نگاہ میں پسندیدہ اور مقبول ہے۔ مجھے امید ہے کہ مفتی نیر اسلام صاحب کی یہ کتاب جو مفتی محمد ذکاء اللہ شبلی کی متن اور مفتی نیر اسلام صاحب کی شرح پر مبنی ہے، اہل علم کے نزدیک مقبول ہوگی، طلبہ اور اساتذہ اس سے استفادہ کریں گے، اور سلف کے انداز میں پڑھنے، پڑھانے کے اس قدیم سلسلے کو رواج ملے گا، جو اب متروک ہوتا جا رہا ہے، اور جس کی وجہ سے گرتے ہوئے تعلیمی معیار کا رونا، رونا عام سی بات ہے، میں مفتی صاحب کو اس کتاب کی تالیف پر مبارکباد دیتا ہوں اور اسے طلبہ واساتذہ کے لیے مفید سمجھتا ہوں۔

اسلام میں مساجد کی عظمت واہمیت

مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، صدر مفتی امارت شرعیہ

امت مسلمہ کا ہر فرد مسجد کی عظمت وتقدس سے پوری طرح واقف ہے، اگر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو اس امت کی دینی زندگی کی تشکیل وتنظیم اور تربیت وحفاظت میں مسجد کا اہم ترین حصہ رہا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو جماعتی نظام کے ساتھ نماز ادا کرنے کی انتہائی تاکید فرمائی ہے تو دوسری طرف آپ نے مساجد کی اہمیت پر زور دیا اور کعبۃ اللہ کی نسبت سے دیگر مساجد کو بھی خدا کا گھر اور امت کا دینی مرکز بتایا اور مساجد کی برکات اور اللہ کی نگاہ میں ان کی عظمت ومحبوبیت بیان فرما کر امت کو ترغیب دی کہ ان کے جسم خواہ کسی وقت کہیں ہو؛ لیکن ان کے دلوں اور ان کے روحوں کا رخ ہر وقت مسجد کی طرف رہے؛ کیوں کہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب اور پسندیدہ جگہ مسجد ہی ہے۔

"أحب البلاد إلى اللّٰه مساجدها". (صحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل الجلوس فى مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد)

اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کو اپنی جانب منسوب فرما کر ان کو عظمت اور شرف وفضیلت کا اعزاز بخشا، فرمایا:

﴿وطهر بيتى للطائفين والقائمين والركع السجود﴾(سورة الحج: ۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "المساجد بيوت اللّٰه" (مسجدیں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے اس گھر سے شغف اور محبت رکھنے والوں کے لیے مہربانی، آرام اور پلصراط سے گزار کر جنت میں پہونچانے کی ضمانت لی ہے۔

"وقد ضمن اللّٰه لمن كانت المساجد بيته بالروح والراحة والجواز على الصراط إلى الجنة". (كنز العمال: ۱۲۴/۴)

مساجد کی تعمیر مسلمانوں کے ایمان کی علامت ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:

﴿انما يعمر مساجد اللّٰه من اٰمن باللّٰه واليوم الآخر﴾(سورة التوبة: ۱۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو: "إذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالإيمان". (سنن الترمذی، كتاب الإيمان، باب ماجاء فى حرمة الصلاة)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مسجد قبا کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، جس میں بہ نفس نفیس شریک رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من بنى مسجدا يبتغى به وجه اللّٰه بنى اللّٰه له مثله فى الجنة". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب من بنى مسجدا) (جو شخص اللہ کی رضا کے لیے مسجد بناتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آبادی اور محلّہ میں مسجد کی تعمیر کا حکم دیا: "أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المسجد فى الدور وأن تنظف وتطيب". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فى الدور) (محلوں میں مسجدیں بناؤ؛ یعنی جہاں نیا محلّہ آباد ہو، وہاں بھی مسجد بناؤ اور انہیں پاک وصاف رکھو اور خوشبو لگاؤ)

مسجد جانے کی پابندی، مسجد سے لگاؤ اور نماز باجماعت کا اہتمام اتنا مبارک عمل ہے کہ قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا: "رجل قلبه معلق بالمساجد". (صحيح البخاري)

جو شخص صبح یا شام جب بھی مسجد جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی کی تیاری فرماتا ہے:

'من غدا إلى المسجد أو راح أعد اللّٰه له نزله من الجنة كلما غدا أو راح". (مشكوٰة: ۶۸)

مسجدوں کی جانب چل کر جانا گناہوں کی بخشش اور رفع درجات کا سبب ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی اچھی طرح وضو کرتا ہے اور نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد جاتا ہے تو اس کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔

'إذا توضا فأحسن الوضوء ثم خرج إلى المسجد لا يخرجه إلا الصلاة لم يخط خطوة إلا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئته". (مشكوٰة: ۶۸)

مسجدیں چونکہ اللہ کے گھر ہیں، اس لیے ان کی تعظیم واجب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وہ ایسے گھروں (مسجدوں) میں جا کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔

علامہ قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من أحب اللّٰه عزوجل فليحبنى ومن أحبنى فليحب أصحابى ومن أحب أصحابى فليحب القرآن ومن أحب القرآن فليحب المساجد فإنها أفنية اللّٰه أذن اللّٰه فى رفعها وبارك فيها ميمونة ميمون أهلها، محفوظة محفوظ أهلها، هم فى صلاتهم واللّٰه عزوجل فى حوائجهم هم فى المساجد واللّٰه من ورائهم". (تفسير القرطبى: ۲۶۶/۱۲)

(جو شخص اللہ سے محبت رکھنا چاہتا ہے، اس کو چاہیے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، اس کو چاہیے کہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے، اس کو چاہیے کہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے، اس کو چاہیے کہ مسجدوں سے محبت کرے؛ کیوں کہ وہ اللہ کے گھر ہیں، اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے، وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت ہیں، وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں ہیں، وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتے ہیں اور حاجتیں پوری کرتے ہیں، وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں۔)

صحابی رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا گھر مسجد ہونا چاہیے، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہے کہ مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں، جس شخص نے مساجد کو کثرت سے ذکر کے ذریعہ اپنایا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے راحت وسکون اور پل صراط پر آسانی سے گزرنے کا ضامن ہو گیا۔ (معارف القرآن: ۴۲۸/۶)

مساجد میں دنیاوی باتوں سے گریز کیا جائے، حضرت سعید بن مسیّبؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں بیٹھا، گویا وہ اپنے رب کی مجلس میں بیٹھا ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ زبان سے سوائے کلمہ خیر کے اور کوئی کلمہ نہ نکالے۔ (حوالہ بالا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو مسجدوں میں آ کر جگہ جگہ حلقے بنا کر بیٹھ جاویں گے اور دنیا کی اور اس کی محبت کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے مسجد میں آنے والوں کی ضرورت نہیں۔ (قرطبی بحوالہ معارف القرآن: ۴۲۸/۶)

مساجد کی عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص داخل ہو، خشوع وخضوع کے ساتھ داخل ہو، جیسے کسی شاہی دربار میں داخل ہوتے ہیں اور ہر ایسا کام جو مسجد کی ویرانی کا سبب ہو، یا اس کی عظمت کے منافی ہو، اس سے گریز کرے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بہت بڑا ظالم قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے: اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر اور عبادت کرنے سے روکے اور ان مساجد کے ویران اور معطل ہونے کے بارے میں کوشش کرے، ان لوگوں کو کبھی بے ہیبت اور بے باک ہو کر ان مساجد میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے، ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر وہ عمل جو مسجد میں ذکر واذکار اور نماز سے روکے اور اس میں خلل ڈالے سب ناجائز وحرام ہے، خواہ مسجد میں شور وشغب کر کے ہو یا اس کے قرب وجوار میں باجے گاجے بجا کر ہو یا صراحتا نماز وتلاوت سے روکنے کے ذریعہ ہو۔

اسی طرح مسجد کی ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں، سب ممنوع وحرام ہیں، مثلاً مسجد کو منہدم وویران کرنا، یا مسجد میں لوگوں کا نماز کے لیے نہ آنا یا کم آنا، کیوں کہ مساجد کی تعمیر کا مقصد نماز اور ذکر اللہ ہے اور جب یہ مقصد حاصل نہ ہو تو مساجد ویران کہلائیں گی۔ (معارف القرآن: ۳۰۰/۱)

مساجد میں روح کو سکون اور چین ملتا ہے، اس لیے اس مین چیخنا، چلانا، لڑائی جھگڑا کرنا، یا شور مچانا جائز نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسجد میں اپنے آپ کو بازاری شور سے بچاؤ۔ (مسلم شریف)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو مسجد میں آواز بلند کرتے ہوئے پاتے تو انہیں بلا کر فرماتے: اگر تم یہاں کے رہائشی ہوتے تو سخت سزا دیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں بلند کرتے ہو۔ (مشکوٰۃ: ۷۱)

مسجد میں عبادت کرنے والے کی اتنی شان ہے کہ اسے چھو کر بھی اذیت دینا جائز نہیں ہے، چنانچہ ایک شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، تم ایذا پہونچا رہے ہو۔ (ابوداؤد)

بلکہ بدبو سے بھی مسجد میں عبادت کرنے والے کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو بطور سزا مسجد میں جانے سے روک دیا، جس سے بدبو آ رہی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لہسن یا پیاز کھائے، وہ ہماری مسجدوں سے دور رہے۔ "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوٰة: ۶۹)

چونکہ مسجدیں سعادت مندی اور راہ راست کا منبع ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے تو سب سے پہلے مسجد میں نماز ادا کرتے۔ (مشکوٰۃ: ۶۸)

ہر مسلمان کی اولین ذمہ داری ہے کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کرے اور مسجد کے اندر یا مسجد سے باہر کہیں بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وان المساجد للّٰه فلا تدعوا مع اللّٰه احدا﴾(سورة الجن: ۱۸)

باہمی الفت اور اتحاد کی فضا پیدا کرنا مساجد کے اہداف میں سے ہے، اس لیے مساجد کو گروہ بندی اور اختلاف کا ذریعہ بنانا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی تکلیف دینے اور کفر پھیلانے اور ایمان والوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لیے اور گھاٹ لگانے کے لیے جنہوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں اٹھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسجدیں مسلمانوں کے لیے اعزاز، باعث شرف اور دینی شعار ہیں، مساجد کو نمازوں اور ذکر الٰہی کے ساتھ آباد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ رفعت وبلندی سے سرفراز فرماتا ہے، مسجدوں میں قرآن وسنت کی تعلیم مساجد کی آبادکاری کے لیے حکم ربانی کی تعمیل ہے، اس سے احیاء سنت کے ساتھ وقت اور عمل میں برکت ملتی ہے، انسان خود کو اور اپنی اولاد کو بہتری کی جانب گامزن کرتا ہے، اگر کوئی شخص مساجد کے خیر سے محروم ہے، یا اس خیر میں رکاوٹ بنتا ہے تو وہ بہت سی فضیلتوں سے محروم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسجد سے محبت رکھنے والا اور اس کے خیر سے فائدہ اٹھانے والا بنائے۔ آمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی حکمت کا خزانہ

مولانا سید صہیب حسینی ندوی

اسلام ایک مکمل دین، مکمل نظام حیات اور بہترین دستور حیات ہے، اس کی تکمیل کا اعلان حجۃ الوداع میں کر دیا گیا، لہذا اب ہمیں وضعی قوانین، دنیاوی احکام اور انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی ضرورت نہیں رہی۔

بحیثیت مسلمان کے ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم دین اسلام کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھیں، صرف ایمان ہی نہ لائیں، بلکہ ذہن ودماغ اور عقل سے اس کو قبول کریں اور یہ بات اسی وقت پیدا ہوگی جب ہم قرآن وحدیث پر اچھی طرح غور کرنے والے اور سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنے والے بنیں، اگر ہم نے قرآن وحدیث پر اچھی طرح غور کر لیا تو دنیا کا کوئی مسئلہ ہو چھوٹے سے چھوٹا، یا بڑے سے بڑا، یا پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ، یہاں تک کہ قصاص جیسے حکم کو قرآن کریم عقلی دلائل کے ساتھ سمجھاتے ہوئے کہتا ہے کہ اے عقل رکھنے والو! اگر تم عقل سلیم رکھتے ہو تو تمہارے لیے قاتل سے بدلہ لینے میں زندگی کا راز پنہاں ہے اور چین وسکون کی وہ دولت اس میں موجود ہے جو تم کو ہزار کوششوں کے بعد بھی نہیں مل سکتی ہے اور ایک آدمی کیا بلکہ ایک عورت بھی ان حدود کے نافذ ہونے کے بعد رات کی تنہائیوں میں سفر کرتے ہوئے نہ تو ڈرے گی اور نہ ہی خوف زدہ ہوگی؛ بلکہ بغیر کسی خوف وخطر کے ادھر ادھر آتی جاتی رہے گی، یہ وہ حقیقت ہے جس کی تاریخ گواہ ہے، جب اسلامی حکومتوں نے اس پر عمل کیا تو دنیا نے وہ نظارہ بھی دیکھا، جس کو قرآن حدیث زندگی، چین وسکون اور عفت وپاکدامنی عزت سے تعبیر کرتے ہیں۔

آج ہم نے برائی کے، درندگی کے، بے حیائی کے، خود غرضی کے، نفسانیت کے، یہاں تک کہ حیوانیت کے سارے اسباب پیدا کر دیئے ہیں اور سب کو آزاد کہہ کر من مانی زندگی گذارنے کے لیے چھوڑ دیا ہے، جب معاملہ بالکل ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو وقتی قانون بنا کر اور اس پر گرفت کرانے کے لیے ایسے لوگوں سے نفاذ کروانا چاہتے ہیں جو خود قابل گرفت ہیں، یہ مذاق نہیں تو اور کیا ہے، دنیا کس کو اچھا کہے، حاکم ورعایا، قوم اور قائد، اعلیٰ طبقہ اور ادنی طبقہ سب کے سب ایک دھارے میں بہہ رہے ہیں۔

ہم نے اوپر ذکر کیا تھا کہ اسلام دین کامل ہے، مکمل دستور حیات ہے اور قیامت تک کے لیے ہے، اس دین کو منتقل کرنے اور دوسروں تک پہونچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے رحمۃ للعالمین، بشیر ونذیر اور سراج منیر پر ڈالی تھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے رسول اکرم جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے، اس کو پہونچا دیجئے، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اب کوئی نبی قیامت تک نہیں آسکتا ہے اور اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ودجال ہے اور اسلام سے خارج ہے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء پر ڈالی ہے اور اسی کے ساتھ ہر مسلمان کو صلاحیت، قوت وطاقت اور معلومات کے اعتبار سے مکلّف بنا دیا گیا ہے اور اسی دعوتی حکم اور مشن کی وجہ سے بہترین امت کا لقب عطا کر دیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: تم لوگوں کو دعوت دینے، بھلائیوں کا حکم کرنے، برائیوں سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھنے کی وجہ سے بہترین امت بنائی گئی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم کو ایک آیت ہی معلوم ہو تو اس کو دوسروں تک منتقل کرو'' اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: جو لوگ موجود ہیں وہ یہ باتیں ان کو پہونچائیں جو موجود نہیں ہیں، اس میں قیامت تک آنے والے لوگ مراد ہیں اور پھر فرمایا: جن تک بات پہونچائی جارہی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے لوگوں سے زیادہ حفاظت کرنے والے اور سمجھنے والے بن جائیں، یہ وہ پیشین گوئی تھی جو حرف بحرف پائی گئی اور تاریخ اسلام اس پر گواہ ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ اور احادیث سے معلوم ہو گیا کہ ہر مومن دعوت دینے کا اپنی صلاحیتوں اور علم کے اعتبار سے پابند اور مکلّف ہے اور جن لوگوں نے اپنا وقت علم دین حاصل کرنے میں لگا دیا ہے، وہ علما ہوں یا دعاۃ، سب سے پہلے وہ اس کے مکلّف ہیں اور اسی علمی دولت کی وجہ سے ان کو نبی کی نیابت اور وراثت کا بھی امتیاز حاصل ہو گیا ہے، اس لیے ہر مسلمان کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے تاکہ کل آخرت میں اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں کوتاہی اور سستی کرنے والے نہ شمار کئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دعوتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے بنیادی اصول وضوابط بھی اپنی کتاب ہدایت میں بیان کر دیئے ہیں اور اس کی تشریح لسان نبوت سے کرا دی ہے اور عملی تصویر کے لیے سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین نمونہ اور صحابہ کرام کی جماعت کو مثالی ایمان والا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے والا کہہ کر پیش کیا ہے۔ جب امت کے سامنے ساری چیزیں موجود ہیں تو اب افراد امت اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ حالات، اشخاص، زمانہ اور ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے دعوت کے میدان میں قرآن وحدیث سے روشنی حاصل کرتے ہوئے آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں اور سب کو ایک دھارے میں بہانے کی کوشش نہ کریں، کیوں کہ مزاج وذوق اور فطرت اللہ تعالیٰ نے ہی بنائی ہے اور مختلف انداز کے کاموں کا حکم دیا ہے اور سب کے لیے اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات صحابہ کو بہترین دین ودنیا کی کامیابی کا ذریعہ بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اصول دعوت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلاؤ، بحث ومباحثہ، جدال ومناظرہ کی ضرورت پیش آئے تو احسن طریقہ اختیار کرو'' اب ہمیں سب سے پہلے قرآنی تینوں اصولوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے، تاکہ میدان عمل میں بہترین نتائج کا ذریعہ بنے۔

اصل میں حکمت تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکمت کے تین بنیادی ارکان ہیں: علم، حلم، اناۃ۔

علم سے مراد علم نافع ہے، یعنی وہ علم جو معرفت، پہچان اور معلومات کے ساتھ ساتھ عمل میں اتر جائے، مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، اپنے لیے اور دوسروں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بن جائے۔

حلم سے مراد یہ ہے کہ نفس پر ایسا قابو پایا جائے کہ ذاتیات سے بلند ہو کر دین کی خاطر نرم وگرم کا مزاج بن جائے، صحابہ کرام کی صفت بیان کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے:

جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور صحابہ کرام کی نرم وگرم صفت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان پر ایمان لائے وہ انکار کرنے والوں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل اور مہربان ہیں۔

تیسری چیز اناۃ ہے یعنی سنجیدگی، متانت، غور وخوض اور جلد بازی سے اپنے کو بچاتے ہوئے کام کرنا، اسی وجہ سے جلد بازی کو شیطانی عمل کہا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہے: جلد بازی شیطان کا عمل ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اگر شر اور برائی کا بالکل خطرہ نہ ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو تیزی اور جلدی کرنا پسندیدہ عمل ہے، اس کے دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔

قرآن کریم نے داعی کے لیے دوسرا اصول موعظت حسنہ کو بیان کیا ہے، حسن اور حسنہ یہ وہ لفظ ہے جو قرآن وحدیث میں بہت کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور اس کا خاص مفہوم بھی ہے، یعنی ہر وہ کام اور چیز جو رضائے الٰہی اور دین کے دائرہ میں رہتے ہوئے انجام دی جائے، لہذا موعظت حسنہ کا مطلب یہ ہوا کہ تذکیر ونصیحت، دعوت وتبلیغ شریعت مطہرہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے اسوہ نبوی اور حیات صحابہ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے رضائے الٰہی کی خاطر کرنا۔

تیسرا اصول قرآن نے جدال حسن اور دفاع حسن کہہ کر بیان کیا ہے، یعنی دعوت وتبلیغ، تذکیر ونصیحت اور سمجھانے بجھانے میں ہو سکتا ہے کہ مخاطب الجھنے لگے، دشمنی پر اتر آئے، ضد کرنے لگے، پریشان کرنے لگے اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے بدکلامی اور بدزبانی کا راستہ اختیار کرے تو قرآن کریم مسلمانوں اور داعی کو حکم دیتا ہے کہ تم بدکلامی اور بدزبانی پر نہ اترنا، بلکہ تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تھامے رہنا اور یہ دیکھتے رہنا کہ کس کس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، کیا ہے؟ یہ سب سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر موجود ہے، کب نرم جواب دیا ہے اور کب گرم اور غصہ بھی کیا ہے تو حدود کے اندر رہتے ہوئے، قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی صفت کو عطیہ خداوندی کہتے فرماتے ہیں: اللہ کی رحمت کی وجہ سے آپ ان کے حق میں نرم بن گئے، اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے، ان کو معاف کر دیں، ان کے لیے مغفرت طلب کریں اور دین کے بارے میں ان سے مشورہ کرتے رہیں اور جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔

دینی ودعوتی میدان میں ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے دینی کام کا انداز کیا ہو، ہر شخص اپنے طریقہ کو احسن طریقہ اور وقت کی ضرورت کہہ کر سب کو مکلّف بنانے کی کوشش کرتا ہے اور دوسروں کے کام کو غلط یا غیر اہم یا پھر ختم کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے، یہیں سے وہ انتشار وافتراق اور امت کو ٹولیوں میں بکھیرنے اور بانٹنے لگتا ہے، اس کے نتیجہ میں ہر نیا کام اور طریقہ اسلام کو تقویت پہونچانے یا مضبوط کرنے کے بجائے مسلمانوں کو مزید چھوٹی چھوٹی یونٹوں میں بانٹنے کا ذریعہ بن رہا ہے، اسی کے نتیجہ میں باطل دندنا رہا ہے، من مانی کر رہا ہے، جس پر جس طرح چاہتا ہے حملہ بول رہا ہے، اپنی ہزار دشمنیوں کے باوجود اتحاد کا مظاہرہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، ہر طرف سے اپنی گرفت مضبوط کر کے جب اور جہاں چاہے اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنا دیتا ہے اور ہم سب تماشائی بنئے ہوئے دیکھتے رہتے ہیں، مسلمانوں میں جو گمراہ فرقے ہیں، ان کا کیا رونا، ہم جو اہل حق کہلاتے ہیں، وہ ایسے حالات میں بھی ایک دوسرے کے معاون نہیں بن رہے ہیں، اسلام کی خاطر اور مسلمانوں کی خاطر اپنے کو جھکانے پر تیار نہیں، اس کی مصیبت کو اپنی مصیبت نہیں سمجھ رہے ہیں اور بعض موقعوں پر خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو ہماری بات نہیں مانی، اسی لیے مصیبت آئی ہے اور آنا بھی چاہیے، یہ سوچنے کا طریقہ بالکل دینی، ایمانی اور نبوی نہیں ہے، بلکہ اندرونی حسد وجلن اور خود غرضی کا غماز ہے۔

لہذا ہم کو چاہیے کہ ہر دینی کام میں ''تعاونوا علی البر والتقویٰ'' کے حکم کی وجہ سے ساتھ دینے والے بنیں اور ہر مسلمان کے غم میں ''انما المومنون اخوۃ'' کی وجہ سے شریک ہو کر اپنی طاقت وقوت اور صلاحیت کی بنیاد پر اس کی مدد کرنے اور سہارا بننے والے ہو جائیں، یہ وہ خاص صفت تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہمیں اس طرح بھی نظر آتی ہے کہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ آ کر ایک ہی انداز کے سوالات کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک ہی جواب نہیں دیتے تھے، بلکہ حالات اور ضرورت کے اعتبار سے جوابات دیتے تھے، مثلا: سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ اس طرح کے سوالات مختلف موقعوں پر صحابہ کرام نے کئے، کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت پر نماز کی ادائیگی کرنا اور کسی سے فرمایا کہ والدین کی اطاعت کرنا اور کسی سے فرمایا کہ جہاد کرنا اور کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ کرنا وغیرہ وغیرہ، یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا انداز، ہم کو بھی اسی طریقہ پر زندگی گذارنی ہے۔

ہمارا نظامِ تعلیم کیسا ہونا چاہئے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللّٰہ

پہلے ہندوستان میں تین بڑے نظامِ تعلیم معروف تھے: ایک دارالعلوم دیوبند کا نظامِ تعلیم، دوسرا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نظامِ تعلیم اور تیسرے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نظامِ تعلیم۔ حضرت والد ماجدؒ نے تقریباً ۱۹۵۰ء میں ایک موقع پر جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات فرمائی تھی: ”پاکستان بننے کے بعد درحقیقت نہ ہمیں علی گڑھ کی ضرورت ہے، نہ ندوہ کی ضرورت ہے، نہ دارالعلوم دیوبند کی ضرورت ہے، بلکہ ہمیں ایک تیسرے نظامِ تعلیم کی ضرورت ہے جو ہمارے اَسلاف کی تاریخ سے مربوط چلا آ رہا ہے۔“ بظاہر سننے والوں کو یہ بات بڑی تعجب خیز معلوم ہوتی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کا ایک مستند مفتی اعظم اور دارالعلوم دیوبند کا ایک سپوت یہ کہے کہ ہمیں پاکستان میں دیوبند کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں ایک نئے نظامِ تعلیم کی ضرورت ہے۔ حضرت والد ماجدؒ نے جو بات فرمائی وہ درحقیقت ایک بہت گہری بات ہے اور اُسی کے نہ سمجھنے کے نتیجے میں ہمارے ہاں بڑی عظیم غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ ہندوستان میں جو تین نظامِ تعلیم جاری تھے، وہ درحقیقت فطری نہیں تھے، بلکہ انگریز کے لائے ہوئے نظام کا ایک نتیجہ اور انگریز کی لائی ہوئی سازشوں کا ایک ردّعمل تھا، ورنہ اس سے پہلے رائج مسلمانوں کے صدیوں پرانے نظامِ تعلیم پر غور کیا جائے تو اس میں مدرسے اور اسکول کی کوئی تفریق نہیں ملے گی۔ وہاں شروع سے لے کر اور انگریز کے زمانے تک مسلسل یہ صورت حال رہی کہ مدارس یا جامعات میں بیک وقت دونوں تعلیمیں؛ دینی اور عصری تعلیم دی جاتی تھیں۔

صورت حال یہ تھی کہ شریعت نے جو بات مقرر کی کہ عالم بننا ہر ایک آدمی کے لیے فرضِ عین نہیں، بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ یعنی ضرورت کے مطابق کسی بستی یا کسی ملک میں علماء پیدا ہو جائیں تو باقی سب لوگوں کی طرف سے وہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن دین کی بنیادی معلومات حاصل کرنا فرضِ عین ہے، یہ ہر انسان کے ذمے فرض ہے۔ اُن مدارس کا نظام یہ تھا کہ اُن میں فرضِ عین کی تعلیم بلاامتیاز ہر شخص کو دی جاتی تھی، ہر شخص اُس کو حاصل کرتا تھا، جو مسلمان ہوتا تھا۔ البتہ جس کو علمِ دین میں اختصاص حاصل کرنا ہو، اُس کے لیے الگ مواقع تھے۔ جو کسی عصری علم میں اختصاص حاصل کرنا چاہتا تھا، اُس کے لیے مواقع الگ تھے۔

گزشتہ سال میں اور برادرِ معظم حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مراکش میں تھے۔ میں نے پچھلے سال دیکھا تھا اور حضرت نے اِس سال اُس کی زیارت کی۔ مراکش کو انگریزی میں ”موروکو“ کہتے ہیں، اُس کا ایک شہر ہے جس کا نام ”فاس“ ہے۔ میں ”فاس“ کے شہر میں پچھلے سال گیا تھا اور اِس سال حضرت بھی تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ”جامعۃ القرویین“ کے نام سے ایک جامعہ آج تک کام کر رہی ہے۔ اگر ہم اسلامی تاریخ کی مشہور اسلامی جامعات کا جائزہ لیں تو چار بنیادی اسلامی جامعات ہماری تاریخ میں نظر آتی ہیں۔ اُن میں سب سے پہلی مراکش کی جامعہ ”القرویین“ ہے۔ دوسری تیونس کی ”جامعہ زیتونہ“ ہے۔ تیسری مصر کی ”جامعۃ الازہر“ ہے اور چوتھی ”دارالعلوم دیوبند“ ہے۔ تاریخی ترتیب اسی طرح ہے۔

اس میں سب سے پہلی اسلامی یونیورسٹی جو مراکش کے شہر ”فاس“ میں قائم ہوئی، تیسری صدی ہجری کی جامعہ ہے۔ ابھی تک ایسی کوئی ترتیب میرے سامنے نہیں آئی کہ یہ صرف عالم اسلام ہی کی نہیں، بلکہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔ اس تیسری صدی یونیورسٹی کے بارے میں اُس کی تاریخ کے کتابچے میں یہ بات لکھی ہوئی کہ اُس وقت جامعۃ القرویین میں جو علوم پڑھائے جاتے تھے اُن میں اسلامی علوم، تفسیر، حدیث، فقہ اور اس کے ساتھ ساتھ طب، ریاضی، فلکیات جنہیں ہم آج عصری علوم کہتے ہیں، وہ سارے علوم پڑھائے جاتے تھے۔ ابن خلدونؒ، ابن رُشدؒ، قاضی عیاضؒ اور ایک طویل فہرست ہمارے اکابر کی ہے جنہوں نے جامعۃ القرویین میں درس دیا۔ اُن کے پاس یہ تاریخ آج بھی محفوظ ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ابن خلدونؒ درس دیا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ابن رُشدؒ درس دیا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں قاضی عیاضؒ نے درس دیا ہے۔ یہاں ابن عربی مالکیؒ نے درس دیا ہے۔ تاریخ کی یہ ساری باتیں اُن کے پاس آج بھی محفوظ ہیں۔ یہ دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے، اس لحاظ سے کہ چھوٹے چھوٹے مدارس تو ہر جگہ ہوں گے، لیکن جامعۃ القرویین ایک یونیورسٹی کی حیثیت رکھتی تھی جس میں تمام دینی اور عصری علوم پڑھائے جاتے تھے۔ اس یونیورسٹی میں آج بھی تیسری اور چوتھی صدی کی سائنٹفک ایجادات کے نمونے رکھے ہیں۔ اُس زمانے میں اسی جامعۃ القرویین سے فارغ لوگوں نے جو ایجادات گھڑی وغیرہ کی کیں، اُن ایجادات کے نمونے بھی وہاں پر موجود ہیں۔ آپ تیسری صدی ہجری تصور کیجیے۔ یہ تیسری صدی ہجری کی یونیورسٹی ہے۔ اس میں اسلامی علوم کے بادشاہ بھی پیدا ہوئے، اور وہیں سے ابن رُشد فلسفی بھی پیدا ہوا اور وہیں سے بڑے بڑے سائنسدان بھی پیدا ہوئے۔ ہوتا یہ تھا کہ دین اسلام کا فرضِ عین علم سب کو اکٹھا دیا جاتا تھا۔ اُس کے بعد اگر کوئی علمِ دین میں تخصصات حاصل کرنا چاہتا تھا تو وہ اسی جامعۃ القرویین میں علم دین کی درس گاہوں میں پڑھتا۔ اگر کوئی ریاضی پڑھانے والا ہے تو وہ ریاضی بھی وہاں پڑھا رہا ہوتا۔ اگر کوئی طب پڑھانے والا ہے تو وہ طب بھی وہاں پڑھا رہا ہوتا۔ یہ سارا کا سارا نظام اس طرح چلا کرتا تھا۔ جامعۃ القرویین کی طرح جامعہ زیتونہ تیونس اور جامعۃ الازہر مصر کا نظامِ تعلیم بھی رہا۔ یہ تینوں یونیورسٹیاں ہمارے قدیم ماضی کی ہیں۔ ان میں دینی اور عصری تعلیم کا سلسلہ اس طرح رہا۔ اس میں آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اگر قاضی عیاضؒ جو حدیث اور سنت کے امام ہیں، اُن کا حلیہ دیکھا جائے اور ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ کے امام ہیں، ان کا حلیہ دیکھا جائے، دونوں کو دیکھنے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا کہ یہ دین کا عالم ہے اور وہ دنیا کا عالم ہے۔ دونوں کا حلیہ، لباس، ثقافت، طرزِ زندگی، طرزِ کلام سب یکساں تھا۔ اگر آپ مشہور اسلامی سائنسدان فارابی، ابن رُشد، ابوریحان البیرونی ان سب کا حلیہ دیکھیں اور جو محدثین، مفسرین اور فقہاء پیدا ہوئے اُن کا حلیہ دیکھیں، دونوں کا حلیہ ایک جیسا نظر آئے گا۔ اگر وہ نماز پڑھتے تھے تو یہ بھی نماز پڑھتے تھے۔ اگر اُن کو نماز کے مسائل معلوم تھے تو اِن کو بھی معلوم تھے۔ اگر اُن کو روزے کے مسائل معلوم تھے تو اِن کو بھی معلوم تھے۔ بنیادی اسلامی تعلیمات جو ہر انسان کے ذمے فرضِ عین ہیں، اُس دور میں ہر انسان جانتا تھا اور اس یونیورسٹی میں اُس کو پڑھایا جاتا تھا۔ تفریق یہاں سے پیدا ہوئی کہ انگریز نے آ کر باقاعدہ سازش کے تحت ایک ایسا نظامِ تعلیم جاری کیا کہ اس سے دین کو دیس نکالا دے دیا گیا۔ اُس وقت ہمارے اکابرین مجبور ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے دین کے تحفظ کے لیے کم از کم جو فرضِ کفایہ ہے، اُس کا تحفظ کریں۔ اُنہوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا جس نے الحمدللہ! وہ خدمات انجام دیں جس کی تاریخ میں نظیر ملنا مشکل ہے، لیکن یہ ایک مجبوری تھی۔ اصل حقیقت وہ تھی جو جامعۃ القرویین میں تھی، جو جامعہ زیتونہ میں تھی، جو جامعۃ الازہر کے ابتدائی دور میں تھی۔ اصل حقیقت وہ تھی۔ اگر پاکستان صحیح معنی میں اسلامی ریاست بنتا اور صحیح معنی میں اس کے اندر اسلامی احکام کا نفاذ ہوتا تو پھر اُس صورت میں ہمیں بقول حضرت والد ماجدؒ کے نہ علیگڑھ کی ضرورت تھی، نہ ندوہ کی ضرورت تھی، نہ دارالعلوم دیوبند کی ضرورت تھی، ہمیں جامعۃ القرویین کی ضرورت ہے، جامعہ زیتونہ کی ضرورت ہے اور ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جس میں سارے کے سارے علوم اکٹھے پڑھائے جائیں۔ سب دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، چاہے وہ انجینئر ہو، چاہے وہ ڈاکٹر ہو، چاہے کسی بھی شعبۂ زندگی سے وابستہ ہو، وہ دین کے رنگ میں رنگا ہوا ہو، لیکن ہم پر ایسا نظامِ تعلیم لاد دیا گیا جس نے ہمیں سوائے ذہنی غلامی سکھانے کے اور کچھ نہیں سکھایا۔ اُس نے ہمیں غلام بنایا۔

صرف پیٹ بھرنے کا ایک راستہ نکالنے کے لیے انگریز یہ نظامِ تعلیم لایا اور اُس کے نتیجے میں مسلمانوں کی پوری تاریخ اور پورا ورثہ تباہ کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ کہ آج اس نئے نظامِ تعلیم کے ذریعے زبردست دو فرق واضح طور پر سامنے آئے ہیں۔ ایک یہ کہ موجودہ تعلیمی نظام میں اسلامی تعلیم کے نہ ہونے کی وجہ سے فرضِ عین کا بھی علم نہیں۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے اکثر طالب علم جانتے ہی نہیں ہیں کہ دین میں فرض کیا ہے؟ دوسرے اُن کے اوپر کچھ اسطرح کے افکار مسلط کر دیے گئے ہیں کہ اگر عقل اور ترقی چاہتے ہو تو تمہیں مغرب کی طرف دیکھنا ہوگا۔

تیسری ان کی ثقافت بدل دی گئی۔ ان کے ذھن میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ اگر اس دنیا میں ترقی چاہتے ہو تو صرف مغربی اَفکار میں ملے گی، مغربی ماحول میں ملے گی، مغربی انداز میں ملے گی۔ افسوس یہ ہے کہ اس نئے نظامِ تعلیم سے جو گریجویٹس، ڈاکٹرز یا پروفیسرز بن کر پیدا ہوتے ہیں، وہ ہم جیسے طالب علموں پر تو روز تنقید کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا، یہ اجتہاد نہیں کرتے۔ قرآن وسنت اور فقہ میں ”اجتہاد“ ایک عظیم چیز تھی، لیکن ایک ایسی چیز جس میں اجتہاد کا دروازہ چاروں طرف چوپٹ کھلا ہوا تھا، وہ تھی سائنس اور ٹیکنالوجی، ریاضی، علومِ عصریہ اس میں تو کسی نے اجتہاد کا دروازہ بند نہیں کیا۔ علیگڑھ کے اور اس نئے نظامِ تعلیم کے ذریعے آپ نے کیوں ایسے مجتہد پیدا نہیں کیے، جو مغرب کے سائنسدانوں کا مقابلہ کرتے؟ اُس میں آپ نے کیوں ایسے مجتہد پیدا نہیں کیے جو اجتہاد کر کے طب، فلکیات، ریاضی، سائنس وغیرہ میں نئے راستے نکالتے؟ اجتہاد کا دروازہ جہاں چوپٹ کھلا تھا وہاں کوئی اجتہاد کیا ہی نہیں، اور جہاں قرآن وسنت کی پابندی ہے اور قرآن وسنت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اجتہاد کرنا ہوتا ہے، وہاں شکایت ہے کہ علمائے کرام اجتہاد کیوں نہیں کرتے؟

ابھی کچھ دن پہلے کسی صاحب نے ایک ویڈیو کلپ بھیجا جس میں ایک عالم دین سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ مولانا! یہ بتایئے کہ علمائے کرام کی خدمات ویسے اپنی جگہ ہے، لیکن یہ کیا بات ہے کہ علمائے کرام میں کسی طرف سے بھی کوئی سائنسدان پیدا نہیں ہوا، کوئی ڈاکٹر پیدا نہیں ہوا، کسی بھی طرح کی ایجاد نہیں ہوئی، اس کا علمائے کرام کے پاس کیا جواب ہے؟ بندہ خدا! یہ سوال تو آپ اپنے آپ سے کرتے کہ کیا ہمارے نظامِ تعلیم میں کوئی ایسا مجتہد پیدا ہوا جس نے کوئی نئ ایجاد کی ہو؟ لیکن وہاں تو اجتہاد کے دروازے اس طرح بند ہیں کہ جو انگریز نے کہہ دیا، مغرب نے کہہ دیا بس وہ نظریہ ہے، اُس نے جو دواء بتا دی وہ دواء ہے، اُس نے اگر کسی چیز کے بارے میں کہہ دیا کہ یہ صحت کے لیے مضر ہے تو اس کی اقتداء کرتے ہیں۔ انڈے کی زردی کے بارے میں سالہا سال سے کہا جا رہا تھا کہ یہ کولیسٹرول پیدا کرتی ہے اور امراضِ قلب میں مضر ہوتی ہے، لیکن آج اچانک ہر ڈاکٹر یہ کہہ رہا ہے کہ انڈے کی زردی کھاؤ، اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ مغرب سے یہ پیغام آ گیا ہے، اُسے آپ نے قبول کر لیا ہے۔ ہمارے ملک میں بے شمار جڑی بوٹیاں لگی ہوئی ہیں، اُس پر آپ نے کبھی تحقیق کی ہوتی، اُس سے آپ نے کوئی نتیجہ نکالا ہوتا کہ فلاں جڑی بوٹی ان امراض کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلونجی کے فوائد بیان فرمائے تھے، اُس پر کوئی تحقیق کی ہوتی۔ وہاں تو اجتہاد کا دروازہ ٹوٹل بند ہے اور اُس میں کوئی تحقیق کا راستہ نہیں، اور جو قرآن وسنت کی بات ہے اُس میں اجتہاد کا مطالبہ ہے۔

یہ ذہنی غلامی کا نظام ہے جس نے ہمیں اس نتیجے تک پہنچا دیا۔ دوسرا یہ کہ تصورات بدل گئے۔ پہلے علم کا تصور ایک معزز چیز تھی جس کا مقصد معاشرے اور مخلوق کی خدمت تھی، یہ اصل مقصود تھا۔ اس کے تحت اگر معاشی فوائد بھی حاصل ہو جائیں تو ثانوی حیثیت رکھتے تھے، لیکن آج معاملہ الٹا ہو گیا، علم کا مقصد صرف پیسہ کمانا ہے۔ علم کا مقصد یہ ہے کہ اتنا علم حاصل کرو کہ لوگوں کی جیب سے زیادہ سے زیادہ پیسہ نکال سکو۔ تمہارا علم اس وقت کارآمد ہے کہ جب تم لوگوں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ پیسہ کما سکو۔ آپ دیکھیں کہ موجودہ دور میں کتنے لوگ پڑھ رہے ہیں اور گریجویشن کر رہے ہیں، ماسٹرس کی ڈگریاں لے رہے ہیں، قسم قسم کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں، اُن کے ذھن سے پوچھا جائے کہ کیوں پڑھ رہے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ کیریئر اچھا ہو، اچھی ملازمتیں ملیں، پیسے زیادہ ملیں۔ تعلیم کی ساری ذہنیت بدل کر یہ تبدیلی کر دی کہ علم کا مقصد پیسہ کمانا ہے۔ علم حاصل کر کے معاشرے یا مخلوق کی کوئی خدمت انجام دینی ہے، اس کا کوئی تصور اس موجودہ نظامِ تعلیم میں نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر شخص پیسے کمانے کی دوڑ میں مبتلا ہے اور اُس کو نہ وطن کی فکر ہے، نہ ملک وملت کی فکر ہے اور نہ مخلوق کی خدمت کرنے کا کوئی جذبہ اُس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ دن رات اسی دوڑ دھوپ میں مگن ہے کہ پیسے زیادہ بننے چاہیے۔ اُس کے لیے چوری، ڈاکہ، رشوت وستانی وغیرہ کے ناجائز ذرائع بھی استعمال کرتا ہے۔ یہ بتایئے! موجودہ نظامِ تعلیم کے تحت جو لوگ یہاں تیار ہو رہے ہیں، انہوں نے مخلوق کی کتنی خدمت کی؟ کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچایا؟ ہمیں تو پیغمبرِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی تھی: ”اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا أَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا غَایَۃَ رَغْبَتِنَا“ (یا اللہ! دنیا کو ہمارے لیے نہ تو ایسا بنایئے کہ ہمارا ہر وقت دھیان دنیا ہی کی طرف رہے اور نہ ہمارے علم کا سارا مَبلغ دنیا ہی ہو کر رہ جائے، اور نہ ہماری ساری رغبتوں اور شوق کا مرکز دنیا ہو کر رہ جائے۔“ لیکن اس نظامِ تعلیم نے کایا پلٹ دی۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

سید محمد عادل فریدی

نادیہ اور ڈینس کو امن کا نوبل انعام

عصمت دری کے خلاف لڑنے والی عراق کی سماجی کارکن ۲۵/سالہ نادیہ مراد باسی طٰہ اور کانگو کے ڈاکٹر ڈینس مُوکو یجے کو سال ۲۰۱۸ء کا نوبل امن انعام دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ نوبل کمیٹی کی صدر بیرٹ رئیس اینڈرسن نے آج یہ اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں نے جرائم سے لڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر ڈینس نے کانگو میں طویل عرصے سے چل رہی خانہ جنگی کے دوران زخمی سیکڑوں افراد کا علاج کیا ہے۔ اس جنگ کے دوران کانگو کے ہزاروں افراد کی موت ہوگئی تھی۔ ۶۳/سالہ ڈاکٹر ڈینس کو خاص طور پر جنسی استحصال کا شکار خواتین کا مفت علاج کرنے کے لیے جانا جاتا ہے۔ اس سال اس ممتاز امن ایوارڈ کے لئے ۳۳۱/افراد اور تنظیم کو نامزد کیا تھا۔ اس ایوراڈ کے لئے سب سے زیادہ ۳۷۶/امیدواروں کے نام سال ۲۰۱۶ء میں درج ہوئے تھے۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ امن کے نوبل انعام کے لیے کم عمر لڑکی کو نامزد کیا گیا ہے، اس سے قبل ۲۰۱۴ء میں ملالہ یوسف زئی کو یہ انعام دیا گیا تھا۔ (یو این آئی)

پاکستان میں بین الاقوامی این جی اوز کو ملک چھوڑنے کی ہدایت

پاکستان میں بین الاقوامی غیر سرکاری اداروں (این جی او) کو ساٹھ دنوں کے اندر ملک چھوڑنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ بی بی سی کی ایک رپورٹ میں اس ہدایت سے متاثرہ ادارے ایکشن ایڈ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ یہ قدم پاکستان میں حال میں شہریوں پر تشویشناک حملوں کا ایک حصہ ہے۔ پاکستان کی وزارت داخلہ نے اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ (یو این آئی)

انڈونیشیا میں سونامی اور زلزلے سے بھاری تباہی

انڈونیشیا کے شہر پالو میں جمعہ کے روز سات اعشاریہ پانچ کی شدت سے آنے والے زلزلے اور سونامی نے بھاری تباہی مچادی۔ اس میں اب تک ہزاروں افراد ہلاک اور لاکھوں لوگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ حکام کے مطابق کئی لوگ اب تک عمارتوں کے ملبے تلے پھنسے ہوئے ہیں۔ امدادی ادارے ریڈ کراس کا کہنا ہے کہ ۱۶/لاکھ افراد متاثر ہوئے ہیں جبکہ قوام متحدہ کے مطابق دو لاکھ افراد کو فوری مدد کی ضرورت ہے۔ یورپی یونین کی ایمرجنسی سروسز کی ضروریات کا اندازہ لگانے والے ادارے کوپرنکس کا کہنا ہے کہ تین ہزار سے زیادہ عمارتیں تباہ ہوئیں یا انھیں نقصان پہنچا ہے۔ (بی بی سی لندن)

ڈونالڈ ٹرمپ کی سعودی عرب کو تنبیہ: ہماری حمایت کے بنا دو ہفتے بھی اقتدار میں نہیں رہ سکتے

جہاں بادشاہت ہو وہاں شاہی خاندان میں دشمنیاں بھی ہوتی ہیں اور اگر سلطنت علاقائی تنازعات میں گھری ہو تو صورتحال مزید سنگین ہوجاتی ہے۔ سعودی عرب میں بھی صورتحال کچھ ایسی ہے جہاں اس کے ایک طرف یمن کی جنگ ہے تو دوسری جانب شام میں صدر بشارالاسد کے خلاف محاذ میں حالیہ دنوں میں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان حالات میں اگر سلطنت کے اندرونی معاملات کو دیکھا جائے تو کچھ عرصہ قبل شہزادوں کی گرفتاریوں نے سعودی سلطنت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ان حالت میں عالمی طاقتوں کی حمایت درکار ہوتی ہے جو کہ سعودی عرب کو ایک عرصے سے حاصل ہے لیکن موجودہ حالات میں جب اس کا اہم اتحادی ایسا بیان دے تو پریشانی کی بات تو ہوگی۔ بدھ کو امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے اپنے قریبی اتحادی سعودی عرب کے بارے میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ انھوں نے سعودی حکمران شاہ سلمان کو تنبیہ کی تھی کہ وہ امریکی فوج کی حمایت کے بغیر دو ہفتے بھی اقتدار میں نہیں سکتے ہیں۔ (بی بی سی لندن)

سعودی عدالت نے خاتون کو موسیقار سے شادی کرنے سے روک دیا

سعودی عرب کی ایک عدالت میں ایک خاتون اپنی مرضی سے موسیقار سے شادی کرنے کا قانونی اختیار حاصل کرنے کی جنگ ہار گئی ہیں۔ عدالت نے خاتون کی موسیقار سے شادی کرنے کی استدعا پر حکم جاری کیا کہ موسیقار سے شادی مذہبی طور پر ناجائز ہے۔ اس خاتون کے وکیل اور مقامی میڈیا کا کہنا ہے کہ عدالت نے اس معاملے میں لڑکی کے اہل خانہ کے موقف کی تائید کی اور کہا کہ یہ شادی نہیں ہوسکتی۔ واضح ہو کہ بینک میں ملازمت کرنے والے ۳۸/سالہ موسیقار نے دو سال قبل سعودی خاتون سے شادی کے لیے ان کے اہل خانہ سے خواہش کا اظہار کیا تھا تاہم خاتون کے اہل خانہ نے ان کے موسیقی کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے شادی پر اعتراض کیا تھا، جس کے بعد مذکورہ لڑکی نے موسیقار سے شادی کے لیے عدالت میں درخواست دائر کی تھی۔ عدالت کا کہنا تھا کہ ''لڑکا موسیقار ہے اور مذہبی بنیاد پر وہ لڑکی سے شادی کرنے کے لائق نہیں ہے۔'' بعدازاں اپیل کورٹ نے بھی ماتحت عدالت کے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے اسے حتمی فیصلہ قرار دے دیا۔ (بی بی سی لندن)

یو اے ای؛ مہلک امراض میں مبتلا مریضوں کیلیے سال بھر مفت ادویات

متحدہ عرب امارات کی حکومت نے مہلک امراض میں مبتلا مریضوں کو مفت ادویات فراہم کرنے کے لیے دو نجی فارما کمپنیوں سے معاہدہ کیا ہے، جس کے بعد تشویش ناک حالت میں مبتلا مریض سال بھر مفت ادویات حاصل کرسکیں گے۔ دبئی میں وزارت صحت اور ادویہ ساز نجی کمپنیوں کے حکام کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط کیے گئے، جس کے تحت مذکورہ کمپنیاں مختلف جان لیوا امراض میں مبتلا مریضوں کو مفت ادویات فراہم کریں گی۔ یہ ادویات چھاتی کے سرطان، پھیپھڑوں کے کینسر، گلے کے غدود اور گردوں کے جدید کینسر سمیت دیگر مہلک امراض میں مبتلا افراد کو ایک سال تک مفت فراہم کی جائیں گی۔ وزارت صحت کے اعلیٰ افسر ڈاکٹر امین الامیری کا کہنا ہے کہ اس معاہدے کا مقصد مریضوں کو بروقت ادویات کی فراہمی کے لیے سہولت فراہم کرنا ہے۔ (نیوز ایکسپریس)

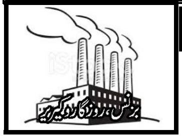

ہند چین تجارتی تعلقات پر رپورٹ جاری

مرکزی وزیر برائے صنعت وتجارت سریش پربھو نے جمعہ کو چین کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی تعلقات کو منفرد قرار دیتے ہوئے کہا کہ دنیا میں تحفظ پسندی سے عالمی معیشت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ مسٹر پربھو نے ہند چین تجارتی تعلقات پر حکومت کی ایک رپورٹ جاری کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ممالک کے تجارتی تعلقات دیگر ممالک کے مقابلے زیادہ دلچسپ ہیں۔ سال ۲۰۰۱ء میں، چین کی شراکت ہندوستان کی تجارت میں معمولی تھی لیکن اس وقت یہ ہندوستان کا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر ہے۔ (یو این آئی)

ہندوستان روس کے ساتھ معاشی شراکت داری میں اضافہ کے لئے پرجوش: کووند

صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند نے جمعہ کو راشٹر پتی بھون میں روس کے صدر ولادیمیر پوتن کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ''ہندوستان، روس کے ساتھ موجودہ معاشی تعلقات میں اضافے کے لئے بے چین ہیں۔ ہندوستان اور روس کے درمیان دوطرفہ تجارت ۱۰/ارب ڈالر کا ہے۔ اسے ۲۰۲۵ء تک ۳۰/ارب ڈالر کے ہدف تک پہنچانے کے لئے تعلقات کو بہتر کرنا ہوگا۔ صدر نے کہا کہ ہندوستان اور روس کے درمیان دوستانہ تعلقات رہے ہیں اور بتدریج بہتر ہو رہے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان ۱۹/ویں دوطرفہ سالانہ کانفرنس کامیاب رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''ہمارے تعلقات کے نظریہ سے یہ سال بہت سودمند رہا ہے اور اس دوران ہم نے اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔'' انہوں نے دونوں ممالک کے درمیان خصوصی سیاسی شراکت داری میں مسٹر پوتن کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ دفاع کے تعاون کے شعبے میں دونوں ممالک کے مضبوط تعلقات سے وہ خوش ہیں۔ مسٹر کووند نے دونوں ممالک کے درمیان علاقائی تعاون میں اضافہ پر بھی زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان اور روس کے درمیان ابتدا سے ہی بہترین ثقافتی تعلقات رہے ہیں۔ (یو این آئی)

ہندوستان اور روس نے ایس 400 میزائیل سودا اور آٹھ معاہدوں پر دستخط کئے

ہندوستان اور روس نے اپنے تعلقات کو نئی جہت دیتے ہوئے باہمی تعاون کے آٹھ معاہدوں کے علاوہ دفاعی شعبے میں نہایت اہم ایرڈیفنس سسٹم ایس 400 میزائل کے سودے پر دستخط کئے اور دہشت گردی سے مقابلہ، ماحولیاتی تبدیلی اور ہند بحرالکاہل خطہ میں باہمی تال میل کو فروغ دینے کے عزم مصمم کا اظہار کیا۔ دونوں ملکوں کے درمیان ہائیڈرو کاربن کے شعبے میں تعاون کو فروغ دینے اور روس کے سخالین سے ہندوستان کو سپلائی بڑھانے پر بھی اتفاق ہوا۔ (یو این آئی)

ڈالر کے مقابلے روپیہ 74 کے پار، شیئر بازار بھی بے حال

ریزرو بینک نے حیران کرنے والا فیصلہ لیتے ہوئے شرح سود میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ آر بی آئی کے اس فیصلے کے بعد روپیہ ٹوٹ کر پہلی بار 74 روپے فی ڈالر کے پار ہوگیا۔ روپیہ میں گراوٹ بڑھنے سے شیئر بازار بھی بے حال نظر آیا۔ کاروبار بند ہونے پر بی ایس ای کا سنسیکس 792 پوائنٹ کی گراوٹ کے ساتھ 34377 پر بند ہوا۔ وہیں نفٹی 283 پوائنٹ ٹوٹ کر 10316 پر بند ہوا۔ نوٹ بندی کے بعد سنسیکس اور نفٹی میں دو ٹریڈنگ سیشن میں سب سے بڑی گراوٹ ہے۔ بازار میں بکوالی سے سرمایہ کاروں کو تقریباً ساڑھے چار لاکھ کروڑ کا نقصان ہو چکا ہے۔ (قومی آواز)

اترپردیش میں کروڑوں کا راشن گھوٹالہ، لاکھوں غریبوں کی حق تلفی

اترپردیش میں ایک بار پھر کروڑوں کے راشن گھوٹالے کا انکشاف ہوا ہے۔ ریاست کے نصف سے زیادہ اضلاع میں آدھار کارڈ میں ہیرا پھیری کر لاکھوں غریبوں کا راشن ڈیلر اور افسران ہضم کر گئے۔ گزشتہ مہینے ۱۶/ستمبر کو یوپی ایس ٹی ایف نے تین لوگوں کو گرفتار کیا تھا۔ ان کی گرفتاری سے ہی اترپردیش میں راشن گھوٹالے کا انکشاف ہوا۔ جانچ میں سامنے آیا ہے کہ تنہا مظفرنگر ضلع میں ہی صرف ۶۴/آدھار کارڈ کا استعمال کر تقریباً ۲۰/ہزار غریبوں کا راشن غائب کر دیا گیا۔ ضلع غازی آباد میں بھی بڑے راشن گھوٹالے کا انکشاف ہوا ہے، موصولہ اطلاعات کے مطابق ریاست کے تقریباً ۴۰/اضلاع میں راشن گھوٹالے کو انجام دیا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں مظفرنگر میں فوڈ افسر کو معطل کیا گیا ہے۔ جانچ کے دوران جو طریقہ سامنے آیا ہے اس سے پورے سپلائی ڈپارٹمنٹ کی ملی بھگت کا پتہ چلا ہے۔ جانچ میں پایا گیا کہ مظفرنگر کے میراپور قصبہ کا ایک راشن ڈیلر جتیندر کمار اپنے ہی آدھار نمبر کا استعمال کر گھنٹے بھر میں سینکڑوں اشخاص کا راشن نکال لیتا تھا۔ اس کے لیے جو ترکیب اختیار کی گئی اس میں آدھار نمبر تو ایک ہی رہتا لیکن راشن کارڈ نمبر اور آئی ڈی نمبر بدل دیا جاتا۔ جتیندر کی طرح ہی مظفرنگر ضلع کے ۹۸/راشن ڈیلروں نے تقریباً ۲۰/ہزار لوگوں کا راشن نکال لیا۔ یہ اعداد وشمار تو صرف جولائی کے ہیں، بقیہ مہینوں کا حساب لگایا جائے تو ٹھگے گئے لوگوں کی تعداد کہیں زیادہ ہوسکتی ہے۔ (قومی آواز)

امریکی پابندی کے باوجود ایران سے تیل خریدے گا ہندوستان

روس سے S-400 ڈیل کرنے کے بعد اب ہندستان نے واضح کر دیا ہے کہ وہ امریکی پابندیوں کے باوجود ایران کے ساتھ اپنے تجارتی تعلقات برقرار رکھے گا، ساتھ ہی ایران سے تیل کی خریداری جاری رکھے گا، سرکاری ریفائنرس نے ایران سے 1.25 ملین ٹن کروڈ آئل خریدنے کا معاہدہ کیا ہے۔ اتنا ہی نہیں ہندوستان نے ڈالر میں ادائیگی کے بجائے اب روپئے میں کاروبار کرنے کی جانب بھی قدم بڑھانے کا اشارہ دے دیا ہے۔ ذرائع کے مطابق انڈین آئل کارپوریشن (IOC) اور منگلور ریفائنری اینڈ پیٹروکیمکلس لمٹڈ (MRPL) نومبر ۲۰۱۸ء میں ایرانی تیل کی خریداری کریں گے۔ (نوبھارت ٹائمز)

طب و سائنس

صحت مند رہنے کے رہنما اصول

ہم ناسمجھی میں بھی اپنی تندرستی کو برباد کرتے ہیں۔ ہمیں بہت سی باتوں کا علم ہی نہیں۔ لہٰذا ہم اپنے جسم کی مجموعی طور پر دیکھ بھال نہیں کرسکتے۔ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں اس ضروری تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ ہمارے طلبہ کو جغرافیہ اور علم سیارگان کی ہر بات کا علم ہے۔ وہ زمین، چاند، سورج اور پرانے اور نئے سیارگان کے وجود میں آنے کی تواریخ اور رفتار بتاسکتے ہیں لیکن چراغ تلے اندھیرا کی کہاوت کے مصداق انہیں اپنے جسم کے اعضا اور اُن کے طرز عمل کا کچھ پتا نہیں۔

لہٰذا ہماری بیماریوں کا خاص سبب ہماری ہی بے پروائی، جہالت اور بے قاعدگی ہے۔ اگر ہم تندرستی کے اصولوں کی واقفیت حاصل کرلیں، اپنے جسم کو احتیاط کے ساتھ استعمال میں لائیں اور مناسب طور سے قدرتی اصولوں کی پابندی اختیار کریں تو ہم بیشتر امراض کو جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے اوپر کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ بیماریاں ہماری بے ضابطگی کا ہی نتیجہ ہوتی ہیں۔ بیماریوں کو دور بھگادینے سے ہی ہم پوری عمر حاصل کرپائیں گے تندرستی کے اصولوں کی مناسب پابندی کرنے سے جسم کی قوت کم ازکم 30 سال اور بڑھ سکتی ہے۔

ایک بات اور۔ ہماری کئی بیماریاں فرضی یا خیالی ہیں۔ وہ خیالی طور سے پیدا ہوتی ہیں اور خیالی طاقت سے ہی دور بھی بھگائی جاسکتی ہیں۔ آپ کسی دن دماغ میں بٹھا لیجیے کہ آپ کو کچھ بخار ہوگیا ہے۔ پھر دیکھیے بخار ہوجاتا ہے یا نہیں اور کچھ نہیں تو سستی اور حرارت ضرور محسوس ہونے لگے گی اور آپ سے کوئی کام کرتے نہیں بنے گا۔ پھر آپ دماغ میں یہ خیال لائیے کہ آپ کو کچھ نہیں ہوا ہے بس فوراً آپ کی سستی دور ہوجائے گی۔

اچھی صحت سے نہ صرف یہ کہ انسان بیماریوں سے مقابلہ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں جو سب سے بڑا انعام قدرت کی طرف سے اُسے ملتا ہے وہ بڑھاپے کی خوش گزاری ہے جس میں تاحیات اسے لمبی اور اُلجھی ہوئی بیماریوں سے کبھی بھی سابقہ پیش نہیں آتا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان اصولوں پر کاربند ہونے سے آپ کا کچھ خرچ نہیں ہوتا بس تھوڑی سی قوت ارادی کا کام تو ضرور ہے۔ سو دنیا میں وہ کونسی شے ہے جسے انسان بغیر ارادہ عمل کے حامل کرسکتا ہے۔

خوراک اچھی، تو صحت بھی اچھی!

یہ بات تجربے سے ثابت ہوچکی ہے کہ انسان جس قدر سادہ لباس اور سادہ غذا استعمال کرتا ہے اسی قدر زیادہ عمر زندہ اور تندرست رہتا ہے فیشن پرستی اور بسیار خوری انسان کو جلد ہی لقمہ اجل بنادیتی ہے۔ رشی، منی، اولیا، سادھو، فقیر اور درویش لوگ عموماً پھل اور تازہ سبزی کھاکر سوسو ڈیڑھ ڈیڑھ سو سال زندہ رہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دل کی ناپاکی تمام امراض کی جڑ ہے اور دل کی پاکیزگی تمام راحتوں کا سرچشمہ ہے، سادہ غذا، طبیعت میں اعتدال اور عمر میں اضافہ کرتی ہے مرکب و مرغن غذا عمر کو کم کرتی ہے۔

بہترین غذا وہ ہے جو ہمارے دادا پڑدادا کھاتے تھے۔ وہ کیا کھاتے تھے۔ روٹی، چاول، دال، دودھ، دہی، چھاچھ، شلغم، مولی، ساگ، شکر، گڑ وہ عموماً ایک ہی چیز سے کھانا کھاتے تھے۔ کبھی چاچھ سے، کبھی ساگ سے، کبھی دال سے، اس طرح سادہ خوراک سے وہ تندرست و توانا رہتے تھے۔ آج دو تین چار سبزیوں کے بغیر ہماری گزر نہیں۔ سلونا، میٹھا، کھٹا تینوں س ہر مرتبہ ہماری تھالی میں ہونے لازمی سمجھے جاتے ہیں۔ گھی کو سبزیوں میں پکا پکا کر اور جلا جلا کر غیر مفید اور ثقیل بنادینا فی زمانہ ضروری ہوگیا ہے۔ علاوہ ازیں کھٹائی، چاٹ، لیمن، آئس کریم، ملائی کی برف، برف میں لگی ہوئی بوتل یا برف میں لگا ہوا کوئی بھی میوہ جس کے کھانے یا پینے سے دانت یخ ہوجائیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ فعل ہضم خراب ہوکر خوراک میں سے اتنا صاف خون پیدا نہیں ہوتا جتنا ہماری جسمانی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ لہٰذا کافی طاقت بخش دوا کھاتے ہوئے بھی آج ہم لوگ بجائے بڑھنے کے گھٹتے جارہے ہیں اور ہمارا کھایا پیا مٹی میں مل جاتا ہے۔ اگر آپ اپنی جوانی کو عرصہ دراز تک قائم رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو خوراک کے متعلق بہت احتیاط رکھنی چاہیے، دن میں دو بار سے زیادہ کھانا نہ کھانا چاہیے۔ خوراک صرف اسی قدر کھائیں جتنی کہ آپ کی صحت کے لیے ضروری ہے کیوں کہ زیادہ کھانے سے اور ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتے رہنے سے جسمانی مشینری کمزور ہوجاتی ہے، دائمی شباب کی خواہش ہے تو سادہ غذا اور سادہ لباس پہن کر اعتدال سے زندگی بسر کیجیے۔ بس یہی شباب کی کنجی ہے۔

کھانے پینے میں اعتدال و توازن ضروری

کھانا نرم ہو یا سخت، خوب چبا چبا کر کھانا چاہیے۔ کھانے کو دانتوں سے خوب پیس کر لعاب سے ملا دینا چاہیے، ورنہ وہ آسانی سے ہضم نہیں ہوسکے گا۔ معدہ میں دانت تو ہیں نہیں، کھانا کیسا بھی ہو، اگر اُسے چبا کر لعاب سے ملا دیا جائے تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ سخت سے سخت چیز بھی ہضم ہوکر خون اور گوشت بنائے گی۔ کھانا کھانے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں کم ازکم نصف گھنٹہ لگانا چاہیے اور اگر ایک گھنٹہ لگ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ آہستہ اور چبا کر کھانے میں چونکہ دیر لگتی ہے، آپ یہ سمجھ کر کہ میں بہت دیر سے کھا رہا ہوں، پیٹ بھر کے کھائے بغیر ہی دسترخوان سے اُٹھ کھڑے ہوں گے، جس سے بسیار خوری کا سدباب ہمیشہ کے لیے ہوجائے گا۔ کھانا کھانے کے بعد کم ازکم پندرہ بیس منٹ آرام کرنا چاہیے، کھانا کھانے کے بعد تیز چلنا بہت نقصان دہ ہے اور دوڑنا تو موت کو دعوت دینا ہے معدے کو اپنا کام کرنے کا پورا موقع دیجیے۔ بیچ بیچ میں کچھ کھانے نہ لگ جائیے۔ پھر کبھی معدہ خراب نہ ہوگا۔ گرم اور سرد تاثیر والی غذائیں ساتھ ساتھ نہ کھائیے۔ علاوہ ازیں موسم کے غیر موافق اور اپنی خواہش کے برعکس کھانا بھی نہیں کھانا چاہیے۔ ورنہ کھانا ٹھیک طرح سے ہضم نہ ہوگا۔ کھانے کی بھی ایک سائنس ہے اور ہمیں اپنی غذا کا احتیاط کے ساتھ انتخاب کرنا چاہیے۔

پینے کی چیزوں کے متعلق خاص ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ دراصل دودھ سے بڑھ کر پینے کی چیز اور کوئی نہیں ہے۔ اسے تمام دنیا میں بلند مقام حاصل ہے۔ بچپن میں اسی نے ہماری پرورش کی یہ اکیلے ہی جسم کی تمام ضرورت پوری کرسکتا ہے اگر کسی کا بدن کمزور اور لاغر ہوگیا ہو اور صحت تباہ ہوگئی ہو تو وہ محض دودھ سے اپنی کھوئی ہوئی تندرستی کو واپس لاسکتا ہے اور طاقت ور بن سکتا ہے۔ دودھ کا ساتھی پھل ہے۔ ڈاکٹروں کی طرف سے جواب دیئے جانے کے بعد بھی کئی مریض محض پھلوں اور دودھ کے استعمال سے پھر تندرستی ہوجاتے ہیں۔

آپ کی خواہش ہوگی کہ آپ کو کسی وقت کے کھانے سے کوئی تکلیف یا شکایت پیدا نہ ہو۔ آپ اس خواہش کو پورا کرسکتے ہیں۔ مقررہ وقت پر کھانا اور کھانے کو پورے طور پر چبانا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ عادت ڈالیے کہ آپ وقت مقررہ پر کھانا کھایا کریں اور غذا کو اچھی طرح چبایا کریں۔ پورے طور پر چبائے بغیر گھبراہٹ یا جلدی میں ایک وقت کھانا کھانا پچھلے کئی دفعہ کے صحیح طریقے پر کھائے ہوئے کھانوں کو ختم کرسکتا ہے۔

دو وقت سے زیادہ نہ کھائیے اور مہینہ میں دو تین بار فاقہ کیجیے دو وقت سے زیادہ کھانا بھی بسیار خوری کی زد میں آتا ہے، تھوڑا تھوڑا کھاؤ مگر تین چار وقت، کھانے کا اصول صحیح نہیں ہے۔ بار بار کھانے سے سب سے بڑا نقصان جو پورے نظام ہضم کو پہنچتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے ہمہ وقت مصروف کار رہنا پڑتا ہے اور کچھ لمحے بھی آرام کے نہیں ملتے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پندرہ بیس سال کے اندر ہی معدہ، جگر اور آنتیں اس محنت کی تاب نہ لاکر مختلف علامات کے ذریعے سے ضعف و کمزوری کا اظہار کرنے لگتی ہیں اور انسان بڑھاپے میں پیٹ کی بیماریوں کا مستقل طور پر مریض بن کر رہ جاتا ہے۔

ان دونوں کھانوں کے درمیان البتہ پھل اور کئی ترکاریاں استعمال کرسکتے ہیں، گرمی میں شربت اور جاڑے میں چائے کے استعمال میں بھی مضائقہ نہیں لیکن اگر دودھ پینا ہو تو کھانے میں اسی نسبت سے کمی کرو تاکہ دودھ کی گنجائش نکل آئے۔

هفتہ رفتہ هفتہ رفتہ هفتہ رفتہ هفتہ رفتہ هفتہ رفتہ راشد العزیزی ندوی

جنسی تعلقات سے متعلق فیصلہ اخلاقی اقدار کے خلاف: حضرت امیر شریعت مدظلہ

شادی شدہ عورت سے اس کی رضامندی کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کو سپریم کورٹ کی جانب سے درست قرار دیا جانا اخلاقی قدروں اور مشرقی روایات کے خلاف ہے- ابھی چند دن پہلے ہی ہم جنس پرستی کو جرم کے دائرے سے باہر کردیا گیا؛ اور اب یہ تازہ فیصلہ سامنے آیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کو مغربی تہذیب و ثقافت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جارہی ہے- شادی شدہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دراصل حرام کاری کو قانونی شکل دینے کی عدالتی کوشش ہے جو کسی بھی طرح پسندیدہ قرار نہیں دی جاسکتی- ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نے اپنے ایک اخباری بیان میں کیا- سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہا کہ شادی شدہ عورت کے ساتھ جنسی تعلق یا شادی شدہ مرد کا اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت سے تعلق قائم کرنا ہر مذہب میں جرم ہے؛ ایسی غلط چیز کو درست قرار دینا اور اسے قانونی جواز فراہم کرنا مناسب نہیں ہے- اس سے سماج میں سخت اخلاقی بحران پیدا ہوگا؛ خاندانی نظام کا تانا بانا بکھر جائے گا؛ ناجائز اولاد کی کثرت ہوگی؛ اور چند برسوں کے بعد مغربی ملکوں کی طرح ہمارے یہاں بھی ایسے بچوں کی ایک قابل لحاظ تعداد ہوگی جن کے لیے اپنے باپ کا نام بتانا مشکل ہوگا- ہمیں اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ ہم اپنے ملک میں کون سا سماج چاہتے ہیں؛ حیا اور پاکدامنی والا سماج یا فحاشی و عرانیت والا سماج؟ حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نے یہ بھی کہا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ لیوان ریلیشن شپ؛ ہم جنسی اور شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی جنسی بے راہ روی کو تو ہمارے ملک میں درست قرار دیا جارہا ہے لیکن ایک سے زیادہ نکاح کو عورت پر ظلم اور زیادتی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس پر پابندی لگانے کی بات کہی جاتی ہے! بیوی کی موجودگی میں دوسری عورتوں کے ساتھ آزادانہ جنسی اختلاط عدالت عالیہ کی نظر میں درست ہے تو عزت اور احترام کے ساتھ کسی دوسری عورت کو بیوی کی حیثیت دینا اور اس کے حقوق ادا کرنا ظلم کیسے ہوسکتا ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلے سے نکاح کے رشتے کمزور پڑ سکتے ہیں: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سپریم کورٹ نے ایک اور کیس میں دفعہ: 497 اور دفعہ: 198 کو کالعدم قرار دے دیا ہے، ہندوستان جیسے ملک میں– جہاں ہمیشہ سے مذہب اور اخلاقی اقدار پر یقین رکھنے والوں کی اکثریت رہی ہے– اس طرح کا فیصلہ ملک کی تہذیب اور یہاں کی متفقہ اخلاقی قدروں کے خلاف ہے، اس دفعہ کو ختم کرنے کی وجہ سے اب شادی شدہ عورت یا مرد کا دوسرے مرد یا دوسری عورت سے جنسی تعلق قائم کرنا قانون کی نظر میں جرم نہیں ہے، یہ فیصلہ بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ روی کو اور بڑھا دے گا، اس کی وجہ سے نکاح کے رشتے کمزور ہوں گے، خاندانی نظام بکھر کر رہ جائے گا، اور اندیشہ ہے کہ یہ بددل شوہر اور بیوی کی طرف سے مجرمانہ واقعات میں اضافہ کا سبب بنے گا؛ اس لئے حکومت کو چاہئے کہ قانون سازی کے ذریعہ اس فیصلے کو بے اثر کردے، اور سماج کے چند آوارہ خیال لوگوں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے پورے سماج کے جذبات کا قتل نہیں کیا جائے؛ اگرچہ مغرب میں اس طرح کے قوانین پائے جاتے ہیں؛ لیکن ہندوستان کے 97.98 فیصد افراد کے لئے یہ قطعاً ناقابل قبول ہے، اس کو انفرادی آزادی کی پاسداری کے نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا جائے؛ بلکہ اس کے اخلاقی اثرات کو ملحوظ رکھا جائے۔

بقیات

بقیہ ماہ صفر المظفر

4۔ ماہ صفر کی شرعی حیثیت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد جس طرح جہالت وظلمت، کفر وشرک کی بیخ کنی کی اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا اسی طرح مختلف من گھڑت رسومات وخرافات اور خود ساختہ توہمات کا بھی خاتمہ کیا۔ صفر وہ مہینہ ہے جس میں اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمول کی عبادات کے علاوہ کوئی خاص عبادت نہ کی اور نہ ہمیں کرنے کا حکم دیا، مگر کسی خاص بلا یا مصیبت وپریشانی سے بچنے یا اس کے لیے کسی تدبیر کا بھی حکم نہیں دیا، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ صفر میں بیماری، نحوست اور بھوت پریت وغیرہ کا کوئی نزول نہیں ہوتا، (مسلم شریف)۔

انسان کی نحوست کا تعلق اس کے اعمال کے ساتھ ہے جب کہ وہ سمجھتا ہے کہ نحوست باہر سے آتی ہیں، جس کی وجہ سے کبھی کسی انسان، کبھی کسی جانور، کبھی کسی دن اور رات کبھی کسی مہینہ اور سال کو منحوس قرار دیتا ہے۔ نحوست اور بدبختی انسان کی بدفالی اور بدشگونیوں سے ہوتی ہے جیسے اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ: اور ہم نے ہر انسان کا شگون اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم ایک کتاب اس کے لیے نکال لیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا، پڑھ اپنا اعمال نامہ، آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے، (سورہ بنی اسرائیل)۔ اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی نحوست اور بدبختی کا تعلق اس کے اعمال اور اس کے بدفالی اور بدشگونی سے ہوتا ہے نہ کہ کسی دن یا مہینہ یا سال سے، بدشگونی اور بدفالی تو سراسر شرک ہے جیسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بدشگونی کسی کام سے روک دے تو یقیناً اس نے شرک کیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں پہلی قوموں کا تذکرہ کیا ہے وہاں کئی اقوام کے بارے میں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے انبیاء سے بدشگونی لیتے تھے اور جب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو کہتے کہ اسی نبی کی وجہ سے آئی ہے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں بتایا، پس جب انہیں کوئی چیز ملتی تو کہتے ہیں ہم ہی اسی کے حقدار ہے اور اگر ان کا کوئی نقصان ہو جاتا تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے بدشگونی لیتے ہیں حالانکہ ان کی شومئی قسمت تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، (سورہ الاعراف)۔ اسی لیے کسی چیز یا کسی دن میں یا مہینے میں کوئی بدبختی اور بھوت پریت نہیں ہے بلکہ ہمارے اعمال کی نحوست ہے، دن اور رات، سال اور مہینے اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ہیں اس میں کوئی بھی دن یا رات مہینہ یا سال نحوست زدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ان بے بنیاد خرافات اور من گھڑت رسومات سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

بقیہ ہمارا نظام تعلیم کیسا ہونا چاہئے

حضرت والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے جو بات فرمائی تھی اُس کا منشا یہ تھا کہ انگریز کی غلامی کے بعد جو تعلیم کی کایا پلٹ کی گئی ہے۔ اُس کایا کو دوبارہ پلٹ کر اُسی راستے پر چلیں جو راستہ جامعۃ القرویین نے دکھایا، جو جامعہ زیتونہ نے دکھایا، جو ابتدائی دور میں جامعۃ الازہر نے دکھایا۔

میں ابتدائی دور کی بات اس لیے کر رہا ہوں کہ آج جامعہ ازہر کی بھی کایا پلٹ چکی ہے، اسی لیے ابتدائی دور کی بات کر رہا ہوں۔ ہمارے یہاں وہ نظام تعلیم نافذ نہیں ہو سکا، لہٰذا مجبوراً کم از کم دار العلوم دیوبند کے نظام کا تحفظ تو ہو۔ الحمدللہ! اسی غرض سے مدارس قائم ہوئے، اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اِن مدارس کا پورا تحفظ کریں، ان مدارس کو اسی طرح برقرار رکھیں جس طرح ہمارے اکابر نے دیوبند کی طرح برقرار رکھا۔ اس کے اوپر کوئی آنچ نہیں آنے دیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ قوم اُس طرف بڑھے جو ہمارا ابتدائی مقصد تھا۔ الحمدللہ! دینی مدارس کی تعداد بقدرِ ضرورت اچھی خاصی ہو گئی ہے، لیکن سارے مدارس فرضِ کفایہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اگر ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آنے والوں کا تناسب پورے ملک کے حساب سے دیکھا جائے تو مشکل سے کچھ فیصد ہوگا، لیکن اکثریت جن اداروں میں جا رہی ہے اور جس طرح وہ انگریزوں کی ذہنی غلام بن رہی ہے، اس تعداد کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میں یہ بات کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں اور کہتا رہتا ہوں کہ آپ کا اصل مقصد یہ ہے کہ خدا کے لیے ہماری اس نسل کو اس انگریز کی ذہنی غلامی سے نکا لیے۔ آپ کو یہ تاثر دینا ہے کہ الحمدللہ! ہم ایک آزاد قوم ہیں، ہم ایک آزاد سوچ رکھتے ہیں، ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ رکھتے ہیں اور یہ جو ذہنی غلامی کا تصور پالا گیا ہے کہ جو کچھ ہوگا وہ مغرب سے آئے گا اور ہم مغربی افکار پر پروان چڑھیں گے، خدا کے لیے اس نئی نسل کے ذہنوں سے یہ چیز مٹائیے اور ان کے اندر اسلامی ذہنیت پیدا کیجیے۔

مغرب کی بھی ہر بات بری نہیں ہے، کچھ چیزیں اچھی بھی ہیں، لیکن اُن اچھی چیزوں کو لے لو اور بری چیزوں کو پھینک دو، "خُذْ مَاصَفا وَدَعْ ماكدر" اس اصول کے اوپر اگر کام کیا جائے تو ان شاء اللہ ہم منزل تک پہنچ جائیں گے۔ اقبال علیہ الرحمہ نے بعض اوقات ایسے حسین تبصرے کیے ہیں کہ وہ قوم کے لیے مشعل راہ ہیں۔ مغرب کی ترقی جو کہیں سے کہیں پہنچی ہے اُس پر تبصرہ کرتے ہوئے چند شعر کہے ہیں، وہ ہمیشہ یاد رکھنے کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

قوتِ مغرب نہ از چنگ و رباب
نے ز رقصِ دخترانِ بے حجاب

(چنگ ورباب یعنی موسیقی کے آلات) مغرب کی قوت اس لیے نہیں ہوئی کہ وہاں موسیقی کا بڑا رواج ہے، نہ اس وجہ سے ہوئی کہ بے حجاب اور بے پردہ عورتیں رقص کرتی ہیں۔

نے ز سحر ساحران لالہ روست
نے ز عریاں ساق و نے زقطع موست

نہ اس وجہ سے ہوئی کہ وہاں حسین عورتیں بہت پھرتی ہیں اور نہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنی ٹانگیں ننگی کر رکھی ہیں اور اپنے بال کٹوا رکھے ہیں۔

قوتِ مغرب ازیں علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است

مغرب کی قوت اسی علم وفن کی وجہ سے ہے، اسی آگ سے اس کا چراغ روشن ہے۔

بقیہ آدھار کی لازمیت پر فیصلہ

اور رازداری کو چوٹ پہنچے، ہر شخص کو رازداری کا حق ہے اور دوسرا اس پر حملہ کرنے کا حق نہیں رکھتا، اس پہلو پر بھی عدالت عظمٰی کا ماضی میں ایک فیصلہ بے حد اہم سامنے آیا ہے، یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ عوام کی جو پرائیویسی پرائیویٹ ہاتھوں میں چلی گئی ہے، اس کے زیاں کا کیا طریقہ ہوگا اور یہ کام کیسے ہوگا؟ قانون کے ماہرین کا ماننا ہے کہ قومی سلامتی کے نام پر لوگوں کا ذاتی ڈیٹا اس طرح حاصل نہیں کیا جانا چاہیے تھا اور نہ ہی اس تک پرائیویٹ اداروں کی رسائی ہونی چاہیے تھی۔

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے زیر اہتمام مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی خدمات پر سمپوزیم کا انعقاد

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے زیر اہتمام فقہ اکیڈمی دہلی کے سیمینار ہال میں **"بانی ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری کی خدمات قدیم صالح اور جدید نافع کے تناظر میں"** کے عنوان پر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی کی صدارت میں ایک سمپوزیم کا انعقاد کیا گیا۔ اپنے صدارتی خطاب میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا: ایک اہم بات غور کرنے کی یہ ہے کہ امت کو جن اختلافات سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہ دو طرح کے ہیں: ایک اسلام کی طرف سے اور دوسرے غیر مسلموں کی طرف سے، پہلا مسلکی ہے، جس میں کوئی خاص بات نہیں، سلف صالحین نے اختلاف رائے کو برا نہیں سمجھا، تاریخ اسلام میں کئی ایسے مواقع آئے جہاں اختلافات کا ختم کیا جانا ممکن تھا، مگر سلف صالحین نے اس کو اپنے کاموں میں ترجیح نہیں دی، دوسرے غیر مسلموں کی طرف سے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر اختلاف واعتراض ہوتا ہے، ہمیں آپسی اختلافات پر توجہ دینے کے بجائے باہر سے اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، ہندوستان میں دو اہم ترین شخصیت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے اپنی پوری عملی وعلمی زندگی اسلامی تعلیمات کی صحیح ترجمانی وتبلیغ اور اس وقت کے اٹھنے والے بیرونی فتنوں اور حملوں کے رد اور اسلام کے دفاع میں گزاری۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس وقت دنیا میں جتنی بھی فقہ اکیڈمیاں ہیں ان میں سب سے زیادہ جدید مسائل پر کام اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا ہے، یہاں سب سے زیادہ نئے مسائل حل ہوئے ہیں، بعض عرب علماء کی رائے ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے علماء کے اندر مسائل میں احتیاط واعتدال کا پہلو بہت زیادہ ہے، یہ اکیڈمی ہندوستانی مسلمانوں کے لئے قابل افتخار ہے، اسکی جہت تعلیمی بھی ہے، اسلامی علوم میں ہمارے علماء وفضلاء کس طرح مہارت حاصل کریں جبکہ دوسرا پہلو فکری تربیت کا ہے، ہمارے بہت سے پروگرام فکری پہلو پر مبنی ہیں، ان پروگراموں کے ذریعہ کوشش ہوتی ہے کہ عالم اسلام اور اس ملک کے مفکرین کی فکر اور سوچ کو عام اور روشن کیا جائے، آج کا یہ پروگرام اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مولانا عتیق احمد بستوی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مولانا محمد علی مونگیریؒ کا نام بہت متعارف ہے، آج مولانا محمد علی مونگیریؒ کی کتابیں شائع کرنے کی ضرورت ہے، ان کے علمی وفکری کارناموں پر پی ایچ ڈی ہونی چاہئے، انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ عیسائیت اور قادیانیت کے رد اور اسلام کی تبلیغ میں صرف کیا، انہوں نے صرف فرقہ قادنانیت کے رد میں ۱۰۰؍ رسالے لکھے، مولانا مونگیریؒ کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ تحریک ندوۃ العلماء ہے، ان کے تعلیمی نظریات بھی بہت اہم ہیں، باضابطہ اس پر سمینار کی ضرورت ہے، ان کی خواہش تھی کہ ندوہ میں ایسا دار الافتاء ہونا چاہئے جہاں جدید مسائل کے حل پر توجہ دی جائے، چنانچہ ندوۃ العلماء کے قیام کے اگلے ہی سال دار الافتاء کا قیام عمل میں آ گیا، انہوں نے مزید کہا کہ آج ایسے فضلاء کی ضرورت ہے جو دنیا کی بہت سی زبانوں سے اچھی طرح واقف ہوں اور ان زبانوں میں اسلام کی صحیح ترجمانی کر سکیں، بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں انگریزی میں سننا لوگ پسند نہیں کرتے، آج محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ندوۃ العلماء جن مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا ان میں سے کتنے پورے ہوئے اور کتنے باقی ہیں ان سب کو پورا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، تحریک ندوہ کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے، انہوں نے مزید کہا کہ مخالف حالات میں ہمت نہیں ہارنی چاہئے، جس زمانے میں مولانا مونگیریؒ اور مولانا نانوتویؒ نے بہت ہی بدتر حالات میں کام کیا، شدید مخالفتوں کا سامنا کیا، مگر یہ حضرات پیچھے نہیں ہٹے، آج ہمیں اپنا ایک مقصد اور لائحہ عمل طے کرنے کی ضرورت ہے، آج ایسے علماء کی ضرورت ہے جو اسلام کا تعارف پیش کریں اور دفاع بھی کر سکیں۔ پروگرام کا آغاز مفتی عاشق الٰہی ندوی کی تلاوت سے ہوا، جبکہ اختتام عبدالقادر خان صاحب کی دعا پر، نظامت کے فرائض مفتی احمد نادر القاسمی نے انجام دیئے، پروگرام میں بطور خاص پروفیسر محمد ایوب ندوی، مفتی محمد مستقیم قاسمی، مولانا ارشد سراج الدین مکی، مولانا عبدالحق فلاحی، مولانا فیروز اختر قاسمی، مولانا اعجاز قاسمی، مولانا اسامہ نانوتوی، پروفیسر توقیر احمد خان، ڈاکٹر مجیب اختر ندوی،، مولانا امتیاز احمد قاسمی، ڈاکٹر مولانا صفدر ندوی صاحب وغیرہ نے شرکت کی

اعلان مفقود الخبری

● مقدمہ نمبر ۱/۸۳/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ دھرمپور سمستی پور) لاڈلی خاتون بنت محمد اسلام مقام چکنور ڈاکخانہ رحمت پور سمستی پور۔ مدعیہ۔ بنام۔ سجاد حسن ولد حسیب الحسن مرحوم مقام محمود پور ڈاکخانہ ہلئی، سمستی پور۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ اس مقدمہ میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ دھرم پور ضلع سمستی پور میں غائب ولاپتہ ہونے نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، آپ کبھی حاضر نہیں ہوئے اور نہ کوئی پیروی کی، اب آئندہ تاریخ پیشی ۲۸/صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۶/نومبر ۲۰۱۸ء بروز منگل مقرر کی گئی ہے، تاریخ مذکور پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے اور کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۷۷/۱۸۱۵/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ بیگو سرائے) ناصرین خاتون بنت محمد زبیر مقام سراجہ بڑی بلیا ڈاکخانہ بڑی بلیا، تھانہ بلیا ضلع بیگوسرائے۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد گلزار ولد محمد شمسل مرحوم مقام نیا ٹولہ قصبہ ڈاکخانہ حسینا، تھانہ بلیا، ضلع بیگوسرائے۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکور بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے میں دو برس سے غائب ولاپتہ ہونے، نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۲۸/صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۶/نومبر ۲۰۱۸ء بروز منگل کو آپ خود مع گواہان ثبوت بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۵/۵/۱۷۵/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ یکہتہ مدھوبنی) شبانہ خاتون بنت محمد یونس مقام بھاہا ڈاکخانہ بیر پور تھانہ للمنیاں، ضلع مدھوبنی۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد اسحاق ولد محمد رمضانی مقام دوارم (شدی) ڈاکخانہ رتولی تھانہ پھلپراس ضلع مدھوبنی۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ مدھوبنی میں تقریبا تین سال سے غائب ولاپتہ ہونے نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ پیشی ۲۹/صفر ۴۰ھ مطابق ۷/نومبر ۲۰۱۸ء روز بدھ کو خود مع گواہان وثبوت وشواہد بوقت ۹/ بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

کارتدریس کارِنبوت ہے اس کو خدمت کے جذبہ سے کرنا چاہئے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

جامعہ رشید العلوم چترا میں سہ روزہ اجلاس برائے تدریب المعلمین کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر

جھارکھنڈ کی قدیم ومرکزی درسگاہ جامعہ رشید العلوم چترا میں وفاق المدارس الاسلامیہ بہار، جھارکھنڈ واڈیشہ کے زیر اہتمام سہ روزہ اجلاس برائے تدریب المعلمین کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔اس اجلاس میں بہار جھارکھنڈ کے دوسو بارہ مدارس کے اساتذہ کے علاوہ علماء کرام کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی، تین روز تک چلے اس تربیتی اجلاس اور ورک شاپ میں ماہرفن علماء وتجربہ کار اساتذہ نے طریقہ تدریس، منہج تعلیم اور تعلیمی وتدریسی میدان میں پیش آئیند چیلنجوں اور ان کا سامنا کرنے کے تعلق سے بہترین اور مفید محاضرات پیش کیے، واضح ہو کہ وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ درس نظامی کے تحت چلنے والے بہار جھارکھنڈ اوراڈیشہ کے مدارس کا ایک مشترکہ وفاق ہے، جس کے اندر ڈھائی سو سے زیادہ مدارس اسلامیہ شامل ہیں، ان مدارس کے اساتذہ کی تربیت کے لیے ہر سال تربیتی اجلاس اور ورک شاپ ہوتے ہیں، اس سال یہ اجلاس مورخہ ۲/تا۴/اکتوبر جھارکھنڈ کے مشہور دینی وتعلیمی ادارہ جامعہ رشید العلوم چترا میں منعقد ہوا۔اجلاس کی پہلی نشست کا آغاز ۲/اکتوبر کو صبح ۱۰ بجے جامعہ کے استاذ حفظ وتجوید قاری سہیل احمد مظاہری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا سے ہوا،اس کے بعد جامعہ کے طالب علم ثناء اللہ نیپالی نے نعت پیش کی ۔اپنے استقبالیہ کلمات میں جامعہ کے مہتمم وشیخ الحدیث مفتی نذر توحید مظاہری نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سفر کی مشقت، موسم کی شدت اور وقت کی قلت کے باوجود فرصت نکال کے اس پروگرام میں شرکت کے لئے آنے پر جہاں ان کے حوصلوں کو سراہا وہیں اسے تعلیم و تدریس، تربیت واصلاح اور طلبہ کی صلاح وفلاح کے لئے سنجیدہ وفکرمند ہونے کی علامت قرار دیا۔امارت شرعیہ کے نائب ناظم اور وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے جامعہ کے ارباب انتظام کی اس اقدام پر ستائش کی اور جامعہ کے دن دونی رات چوگنی ترقیات کی دعاء بھی دی ۔انہوں نے وفاق المدارس کی تاریخ پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے اساتذہ کو تدریس کے تعلق سے مفید اور کارآمد نکات سے روشناس کرایا نیز انہوں نے کہا کہ تدریس کارنبوت ہے اور اس کام کو ملازمت نہیں، خدمت کے جذبے سے کرنا چاہئے۔اپنے کلیدی خطاب میں جامعہ رحمانی مونگیر کے سینئر استاذ مولانا جمیل احمد نے کہا کہ اساتذہ کو اس کا استحضار ہونا چاہئے کہ وہ ایک اہم ترین فرض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔اس لئے انہیں پورے اخلاص کے ساتھ اسے سرانجام دینا چاہیے۔انہوں طلبہ کو اس جانب توجہ دلائی کہ طلب، غایت اشتیاق کا نام ہے۔اس لئے آپ اس وقت تک مکمل طالب علم نہیں ہوسکتے جب تک آپ کی طلب اس عورت کی مانند ہونی چاہئے جس کا اپنا اکلوتا بچہ کھو گیا ہو پھر وہ جس تڑپ سے بچے کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے، اگر آپ کی تڑپ اسی ماں کے مماثل ہے پھر تو آپ طالب علم ہیں ورنہ آپ کو حقیقی طلب علم کی حلاوت نصیب نہیں ہوسکتی۔ ''تدریس میں مطالعے کی اہمیت'' پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ ومعاون ناظم وفاق المدارس الاسلامیہ نے کہا کہ تدریس میں مطالعہ کی اہمیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے نیز انہوں نے یہ رہنمائی بھی کی کہ مطالعے کے دوران نظر سے گزرنے والی تمام باتیں طلبہ کے سامنے پیش نہ کی جائیں بلکہ مفید ترین باتوں کا انتخاب کر کے نوٹ کرلیا جائے۔مگر اس نوٹس کو طلبہ کے سامنے من وعن دہرانا مضر ہے اس لئے اسے ازبر کرلیا جائے اور اسے طلبہ کے سامنے اپنے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے متعدد اہم امور کی جانب اساتذہ کی توجہ مبذول کرائی ۔جامعہ کے استاذ حدیث مفتی ثناء اللہ مظاہری نے ''تدریسی اخلاقیات'' کے عنوان پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو معلم ہونا بتلایا ہے وہیں اپنی ذات کو مکارم اخلاق کی تکمیل کرنے والا بھی فرمایا۔انہوں نے نکات اور حوالوں سے پُر اپنی گفتگو میں کہا کہ عملی نصیحت قولی نصیحت کے مقابلے میں زیادہ متاثر کن ہوا کرتی ہے۔اس لئے اساتذہ پر لازم ہے کہ وہ طلبہ کے لئے سراپا نصیحت بننے کی کوشش کریں۔اس موقع پر وفاق کے ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی کتاب: ''مدارس اسلامیہ منصب تدریس اور طریقۂ تدریس'' کا اجراء مولانا محمد قاسم مظفر پوری، مفتی نذر توحید مظاہری، مولانا جمیل احمد، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی شعیب عالم قاسمی اور دیگر علماء کے ہاتھوں عمل میں آیا۔صاحب کتاب کے بارے میں مختصرا بتاتے ہوئے اناؤنسر نے بتایا کہ آپ بیس سالہ تدریسی تجربہ رکھنے کے ساتھ دودرجن سے زائد کتابوں کے مصنف ومؤلف ہفت روزہ نقیب کے مدیر اور ملک وبیرون ملک سے شائع ہونے والے متعدد اخبارات ورسائل کے کالم نگار کی حیثیت سے علمی وقلمی حلقوں میں اپنی مخصوص شناخت رکھنے والی معروف ومتعارف شخصیت ہیں۔صدر وفاق حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری کا ''مدارس اسلامیہ میں تربیت کے مسائل'' کے عنوان پر بیش قیمت اور پر مغز خطاب ہوا، جس میں انہوں نے مدارس اسلامیہ میں بچوں کی تربیت کے طریقوں اور بچوں کی تربیت میں آنے والے مسائل ومشکلات پر تفصیل سے گفتگو کی۔مدرسہ تجوید القرآن خیروا کے استاذ حفظ قاری محمد عباس نے قرآن کریم کے ناظرہ وحفظ کی تدریس کے لئے گر کی متعدد باتیں بیان کی۔اسی موضوع سے متعلق جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ حفظ وتجوید قاری نظام الدین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

دوسری نشست میں وفاق کے ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے ''تدریس میں جدید ذرائع ووسائل کا استعمال'' کے عنوان پر اپنا محاضرہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب بات وسائل کی آتی ہے تو ہمارے ذہن قلم، کاغذ اور آلات کی جانب منتقل ہوتے ہیں۔حال آں کہ وسائل میں سب سے اہم ترین حیثیت کے حامل حواس خمسہ ہیں جنہیں ہم وسائل کا ذکر کرتے ہوئے عموما بھول جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہم کسی چیز کو دیکھ، سن، سونگھ اور چھو کر جانتے ہیں اس لئے یہ حواس ذرائع کی فہرست میں سب سے اوپر ہیں۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ طلبہ کو کتاب پڑھانے کے ساتھ ان کی عملی طور پر مشق بھی کرائی جائے۔صبح صادق، صبح کاذب، شفق ابیض، شفق احمر، سایۂ اصلی، مثل اور مثلین کا مشاہدہ کرانا چاہئے۔المعہد العالی الاسلامی پٹنہ کے تجربہ کار وکہنہ مشق استاذ مولانا نور الحق رحمانی نے ''تدریس میں نفسیات کی رعایت'' پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اساتذہ کے لئے خصوصی طور پر لازمی ہے کہ وہ بچوں کی نفسیات کو سمجھیں اور تدریس میں اس کے تقاضوں کی مکمل رعایت کریں۔انہوں نے کہا کہ تلاش یعنی 'کیوں'، ''بچوں'' کی نفسیات کا خاص عنصر ہے اس لئے سوالات کا سامنا کرنے سے نہ گھبرانا چاہئے نہ ہی اس سے زچ ہونا چاہئے بلکہ مناسب انداز میں اس کا جواب دے کر بچوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے کیوں کہ ذہن میں سوال کا پیدا ہونا بچے کی ذہانت کی غمازی کرتا ہے۔مدرسہ حسینیہ رانچی کے استاذ قاری محمد احسان نے حفظ کے اساتذہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ کوشش ہونی چاہئے کہ حفظ کے طلبہ کو ان کے اسباق مغرب وعشاء کے درمیان ہی ازبر ہوجائیں۔نیز قرآن پاک کے یاد کرنے میں آواز سے پڑھنے کا کافی دخل ہے اس لئے سبق یاد کرتے ہوئے اساتذہ کی جانب سے اس کی نگرانی ہونی چاہئے کہ طالب علم بلند آوازی کے ساتھ یاد کرے تاکہ وہ جلد یاد ہو اور دیر تک ذہن میں محفوظ رہ سکے۔جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ قاری نظام الدین نے اس جانب توجہ دلائی کہ حفظ کے طلبہ کو ناظرہ اور ناظرہ کے طلبہ کو دینیات کے درجات میں منتقل کرکے ان کی حوصلہ شکنی نہ کی جائے بلکہ نرمی کے ساتھ ان پر مسلسل محنت کی جائے۔قاری محمد عباس استاذ مدرسہ تجوید القرآن خیروا نے اپنے طویل تدریسی تجربے کی روشنی میں درجہ حفظ کی تدریس کو معیاری بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔تیسری نشست کے آغاز میں وفاق کے صدر مولانا محمد قاسم مظفر پوری نے ''ترجمہ قرآن کی تدریس'' کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہوئے کہا کہ بچوں کو شروع سے قرآنی الفاظ کے معانی سے روشناس کرانا چاہئے، تاکہ سن شعور تک پہونچتے پہونچتے ان کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہوجائے۔ انہوں نے کہا کہ فن کو شروع کرنے سے قبل طلبہ کو اس کے مبادیات ومقدمات سے کافی حد تک ضرور واقف کرانا چاہئے۔ مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے علم میراث کی معروف کتاب ''سراجی'' کے طریقۂ تدریس سے متعلق اپنے تجربات پیش کئے۔انہوں نے کہا کہ یہ فن آدھا علم ہے۔لوگ اس فن کو دشوار کہتے ہیں لیکن یہ آسان ہے۔''صرف ونحو کی تدریس'' کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے جامعہ کے مہتمم وشیخ الحدیث مفتی نذر توحید مظاہری نے بتلایا کہ طلبہ کو قواعد اور گردانوں کے یاد کرانے کے ساتھ ساتھ ان کی تمرین کا بھی مستقل اہتمام کیا جانا چاہئے۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے اصحاب فن کے لئے قیمتی نکات پر مشتمل متعدد باتیں بتائیں۔دارالعلوم دیوبند کے استاذ مفتی اشرف عباس قاسمی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی جانب سے منصب تدریس کے لئے منتخب ہونے پر ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے، نیز ہمیں کسی کے دست نگر ہونے کے بجائے مکمل توکل واستغناء کے ساتھ اپنی توجہ تعلیم وتدریس پر مرکوز رکھنی چاہئے۔ چوتھی نشست میں ''عربی زبان وادب کی تدریس'' کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا اشرف عباس قاسمی نے کہا کہ عربی زبان ہماری دینی ضرورت ہے اس کے بغیر ہماری شریعت نامکمل ہے۔تاہم زبانوں کا اختلاف اللہ تعالی کی جانب سے ہے اس لئے ہمیں کسی زبان سے گریز وپرہیز نہیں۔انہوں نے عربی زبان کی تدریس سے متعلق نہایت قیمتی اور معلومات افزا باتیں بتائیں نیز عملی طور پر تدریس کا طریقۂ کار بھی سکھلایا۔مولانا اختر امام عادل قاسمی مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف نے ''فقہ واصول فقہ کی تدریس'' پر اظہار خیال کرتے ہوئے اہل علم اور ارباب فقہ کے سامنے اپنے تجربات پر مشتمل مفید وکارآمد باتیں رکھیں۔جامعہ کے استاذ حدیث مفتی شعیب عالم قاسمی نے اپنے متعینہ موضوع ''منطق وفلسفہ کی تدریس'' کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے جہاں اسکی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالی وہیں اسکی اہمیت وضرورت سے بھی روشناس کرایا۔جامعہ کے مہتمم وشیخ الحدیث مفتی نذر توحید مظاہری نے ''ترجمہ قرآن پاک کی تدریس'' کے حوالے سے اپنے طویل تدریسی تجربے کی بنیاد پر اہم ترین باتوں کی طرف اساتذۂ ترجمہ وتفسیر کی توجہ مبذول کرائی۔ناظرہ وحفظ قرآن کے لئے مخصوص نشست میں مدرسہ حسینیہ، رانچی کے استاذ قاری محمد احسان، جامعہ رحمانی مونگیر کے استاذ قاری نظام الدین اور مدرسہ تجوید القرآن، خیروا کے استاذ قاری محمد عباس کے علاوہ متعدد اساتذہ نے بھی اپنے تجربات کی روشنی میں رہنمائی کی۔

پانچویں اور آخری نشست کا آغاز قاری محمد احسان کی تلاوت اور قاری محمد صہیب کی نعت سے ہوا۔مولانا اشرف عباس نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسان دنیا میں جس سے محبت رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہونا ہے۔ چنانچہ علماء سے محبت رکھنے والے اور ان کے عزت وتوقیر کا معاملہ کرنے والے اس جہان کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں بھی کامیاب ہے۔والدین کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو زمانے کے بہترین علوم سے ضرور آراستہ کریں مگر اس سے پہلے ہمارے اوپر لازم ہے ہم انہیں اسلام کے بنیادی عقائد سے واقف کرائیں۔ورنہ خدا نخواستہ آنے والے دنوں میں لاعلمی کے سبب اگر وہ گمرہی کی طرف چلا جاتا ہے تو اس نقصان کا ذمہ دار صرف وہ بچہ نہیں بلکہ اس کا بوجھ اس کے والدین کے گردن پر بھی ہوگا۔انہوں نے کسب حلال اور اکل حلال پر زور دیتے ہوئے مال حرام کی نحوست اور اس کی قباحت وشناعت بیان کرکے اس سے کلی طور پر بچنے کی ترغیب بھی دی۔وفاق المدارس کے ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے جامعہ کے مہتمم، اساتذہ، طلبہ واراکین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس حسن انتظام پر جامعہ کے تمام متعلقین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ادارے کی ترقیات کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہیں۔انہوں نے اصلاح اعمال کی جانب توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ حکومتوں کے بدلنے سے حالات نہیں بدلتے بلکہ اعمال کے بدلنے سے حالات تبدیل ہوتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ حالات سے مایوس ہونے کے بجائے اللہ پر یقین رکھنے کی تلقین کی اور کہا کہ اللہ ہمیشہ مؤمنوں ہی کے ساتھ ہے مگر اس کی مدد اعمال کی بہتری کے ساتھ مشروط ہے۔وفاق کے صدر اور صاحب نسبت عالم دین مولانا قاسم مظفر پوری نے آیت قرآنی کے حوالے سے قرابت داروں کے حسن سلوک، معاملات میں عدل، ہر ایک کے ساتھ بھلائی کی طرف توجہ دلائی۔انہوں نے مسلمانوں کو ہوشیار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت پوری دنیا کا متفقہ ایجنڈا لوگوں کو بے حیا بنانا ہے اور اللہ کے ارشاد کے مطابق اس سے بدامنیاں اور بے چینیاں پھیلتی ہیں۔اس لئے ہمارے اوپر لازم ہے کہ اس پرفتن دور میں ہم حیا کی تقاضوں کی مکمل پاسداری کریں۔انہوں نے اسلام کے امتیازات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام تمام انسانیت کی خیرخواہی کا مذہب ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ کبھی کسی مذہب کی توہین کی اجازت نہیں دیتا۔اس سہ روزہ بین المدارس تربیتی اجلاس میں رانچی، لوہردگا، کھونٹی، سمڈیگا، گملا، گڈا، گیا، گریڈیہ، دھنباد، کوڈرما، جہان آباد، پرولیا، ہزاریباغ، جمشید پور، مندرگڑھ، چترا، لاتے ہار، دیوگھر، رام گڑھ، نوادہ، بوکارو، سمستی پور دربھنگہ، کٹیہار، سہرسہ، پٹنہ وغیرہ کے دوسو سے زائد مدارس کے اساتذہ وذمہ داران نے شرکت کی۔

اس موقع پر مولانا احمد (رانچی)، ڈاکٹر اقبال نیر (بالوماتھ)، مولانا فاروق قاسمی (گیا)، مولانا اسماعیل قاسمی (گیا)، مولانا اکبر قاسمی (چاکند)، مولانا زاہد حسامی (کوڈرما)، مفتی محمد یونس (ہزاریباغ)، مولانا عبید اللہ قاسمی (بھدریہ)، مفتی ثناء اللہ قاسمی (ہزاریباغ) وغیرہ نے بھی مختصر انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اس بین المدارس اجتماع کا اختتام پروگرام کے منتظم مفتی نذر توحید مظاہری کے کلمات تشکر اور صدر وفاق مولانا قاسم مظفر پوری کی دعا پر ہوا۔اجتماع کے تمام نشستوں کی نظامت کے فرائض احمد بن نذر نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔

Volume:56/66,Issue:39 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

بڑھ کے طوفان کو آغوش میں لے لے اپنی
ڈوبنے والے ترے ہاتھ سے ساحل تو گیا
(عبدالحمید عدمؔ)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

روپے کی گرتی قیمت؛ معیشت کی خستہ حالی

دیوانگشو دتہ

سرمایہ کاروں کے دماغ میں ان دنوں بڑے ملکوں کے درمیان جاری تجارتی جنگ اور روپے کی گرتی ہوئی قیمت تشویش کا سبب بنا ہوا ہے، بات چیت کے باوجود امریکہ اور چین میں تجارتی محاذ پر زبانی جنگ کا سلسلہ جاری ہے، امریکہ نے چین کی چند دیگر مصنوعات پر کسٹم ڈیوٹی عائد کرکے ان کی تشویش میں اضافہ کردیا ہے، اس دوران ایران پر اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے خام تیل کی قیمتیں ۸۰ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گئی ہیں، مرکزی حکومت اور ریاستوں کی طرف سے ایکسائز ڈیوٹی میں راحت دینے سے انکار کردینے کے بعد پٹرول-ڈیزل کی خردہ قیمتوں میں گراوٹ کا کوئی امکان دکھائی نہیں دے رہا ہے، ٹرانسپورٹروں اور ایرلائنس آپریٹروں کا کہنا ہے کہ پٹرولیم مصنوعات کی اونچی قیمتوں کی وجہ سے ان کا ٹرانسپورٹیشن لاگت پچھلے سال کے مقابلے میں تقریباً تیس گنا بڑھ گئی ہے۔

ایندھن کے محاذ پر اونچی افراط زر کو خوراک کی افراط زر کی نچلی سطح نے متوازن رکھا ہے، یہ دونوں عناصر کافی غیر مستحکم رہتے ہیں، اگست میں صارفین انڈکس ایک سال پہلے کے مقابلے میں ۳٫۷ فیصد بڑھ گیا، جب کہ جولائی میں یہ ۴٫۲ فیصد کی گراوٹ پر تھا، جو دس ماہ کی سب سے کم ترین سطح تھی، اس طرح اگست میں تھوک قیمتوں کے عدد اعشاریہ ایک سال پہلے کے مقابلے میں ۴٫۵۳ فیصد کے اضافے پر رہا، جب کہ جولائی میں یہ ۵٫۰۹ فیصد بڑھا تھا، خوردنی پیداوار نے اس عدد اعشاریہ کو بھی نیچے لانے کا کام کیا۔

روپے کے کمزور ہونے کا اثر غیر ملکی کرنسی مارکیٹ میں بھی محسوس کیا جارہا ہے، حالانکہ ریزرو بینک آف انڈیا جب دخل دیتا ہے تو روپے میں تھوڑا سدھار ہوتا ہے؛ لیکن اس کی گراوٹ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے، بیرونی تجارتی قرض دینے والی کمپنیوں کی تشویش روپے کی گرتی صحت نے اور بھی بڑھادی ہے، حکومت کا کہنا ہے کہ وہ غیر ضروری درآمدات میں کٹوتی کرنے کے لیے قدم اٹھانے جارہی ہے، اس کے علاوہ حکومت غیر ملکی زرمبادلہ والا اقتصادی سرمایہ جمع کرنے کی بھی کوشش کررہی ہے، اگست میں تجارتی خسارہ معمولی گراوٹ کے ساتھ سترہ ارب ڈالر سے زیادہ رہا، جب کہ جولائی میں یہ اٹھارہ ارب ڈالر کے قریب تھا، برآمدات بڑھنے کے باوجود درآمدات کی اونچی سطح پر برقرار رہنے سے تجارتی خسارہ کم نہیں ہورہا ہے، وزیر خزانہ نے امید ظاہر کی ہے کہ بہتر ٹیکس کلکشن اور بڑھتی ہوئی اقتصادی ترقی سے ۱۹-۲۰۱۸ میں سرکاری خزانے کا خسارہ مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) کے ۳٫۳/ فیصد تک ہی محدود رہے، حالانکہ خام تیل میں اگر نرمی نہیں آتی ہے تو کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ جی ڈی پی کا ۲٫۸ سے ۳/ فیصد رہ سکتا ہے۔

سرکاری خزانہ کی صورت حال کو سنبھالنے کے لیے صارفین کی مانگ کافی اہم ہوگی، اس اعداد وشمار کو بگاڑے بغیر سرکاری خرچ بڑھایا نہیں جاسکتا ہے۔ پہلی سہ ماہی صارفین کی مانگ اطمینان بخش تھی؛ لیکن روپے میں گراوٹ ہونے سے اہم افراط زر میں آئندہ اور بھی اضافہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جی ڈی پی میں چالیس فیصد سے زیادہ تعاون تجارت کا ہی ہوتا ہے۔ ڈالر کی موجودہ سطح گھٹ گئی۔ یہ جس سے اشیا پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔

عام انتخابات سے متعلق خرچ بڑھنے سے مالی سال کی چوتھی سہ ماہی میں مانگ بڑھنے کا امکان ہے: لیکن تہواری مہینوں میں بڑی خریداری ہونے کا امکان ہے، کنزیومر سیکٹر میں سدھار دیکھنے کے لیے ہمیں تھوڑا انتظار کرنا ہوگا، بجلی کے شعبے میں کمپنیوں پر بقایہ قرض کی پوزیشن واضح نہیں ہے، اس قرض کی بڑی رقم پروجیکٹوں میں لگی ہے، جو ادھوری پڑی ہوئی ہیں، یہ قابل عمل نہیں رہ گئی ہیں، اسپات کمپنیوں کے پاس پیداواری یونٹیں ہیں: لیکن بجلی سیکٹر کے دیوالیہ عمل کے دوران نیلامی کے لیے دستیاب جائیدادیں بہت کم ہوں گی، ایسے میں قانونی الجھنیں دور ہونے کے بعد بھی بینکوں کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بازار نے ایسر اسٹیل کی فروخت پر قریبی نگاہ رکھی ہوئی ہے، کافی اونچی بولیاں لگائی گئی ہیں: لیکن آرسیلر متل کو اگر ۴۲۰/ ارب روپے کلی بولی کے ساتھ اس کے ایکوائر کرنے کا موقع ملتا ہے تو اسے بقایہ جات کی بھی ادائیگی کرنی ہوگی۔ حالانکہ نیومٹیل جیوی نے بھی اچھی بولی لگائی تھی: لیکن آرسیلر متل نے اسے مکھوٹہ کمپنی قرار دیتے ہوئے اس کی بولی کو غلط قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے، آئی ایل اینڈ ایف ایس معاملے کا بھی بازار پر اثر دیکھا جارہا ہے، اس کی اصل کمپنی کافی بڑی ہے؛ لیکن بڑے پیمانے پر تشکیل نو کے بغیر کسی بیل آؤٹ پیکج کو درست نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے، قرض کی ادائیگی میں خامی یقینی طور پر قرض بازار اور متعلقہ فنڈوں پر سخت چوٹ لگائے گی، اس کے عجیب وغریب ملکیت ڈھانچے کی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے، فی الحال نقد بہاو بہت کم ہے اور پورٹ فولیوڈس انوسٹمنٹ میں ۱۶۰/ معاون یونٹوں کی موجودگی کو دیکھتے ہوئے بیلنس شیٹ کا بھی کوئی خاص معنی نہیں رہ جاتا ہے۔

ریزرو بینک کی مالیاتی کمیٹی غالباً اگست کے مہنگائی کے اعداد وشمار کو سامنے رکھ کر سود کی شرحوں کا جائزہ لے گی، یہ کمیٹی سود کی شرحوں میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کرنے کا فیصلہ کرسکی ہے، دوسری طرف کمیٹی روپے کو تھوڑا سہارا دینے کے لیے شرحوں میں اضافہ کرنے کے بارے میں بھی غور کرسکتی ہے، ریزرو بینک سے یہ امید بھی کی جارہی ہے کہ روپے کو سنبھالنے کے لیے مسلسل دخل دیتا رہے، اگر شرحیں بڑھائی جاتی ہیں تو بینکوں اور دیگر قرض دہندگان کو اقتصادی نقصان اٹھائے بغیر اس بحران سے نکل پانا مشکل ہوگا، گزشتہ ہفتے غیر ملکی پورٹ فولیو سرمایہ کاروں کے پیسے نکالنے سے چیئر بازار میں زوردار ہلچل رہی، تکنیکی سطح پر بازار ۱۱۶۰۷/ کا نشانہ چھونے کے بعد گراوٹ کے دور میں ہے۔

آدھار کی لازمیت پر فیصلہ

سید مجاهد حسین

سپریم کورٹ نے بھارت میں رہنے والے شہریوں کو اپنی شہریت ثابت کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے جاری آدھار کارڈ کی لازمیت کے تعلق سے ایک اہم فیصلہ دیا، اس میں عدالت عظمی نے آدھار کی آئینی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے کچھ اداروں میں اس کی لازمیت کو غیر ضروری قرار دیا ہے؛ لیکن اس کے لیے کچھ شرائط بھی ہوں گی، عدالت نے جن مواقع پر آدھار کی لازمیت میں لچیلا رخ اختیار کیا ہے، ان میں بینک اکاؤنٹ کھولنا، موبائل کا سم کارڈ جاری کروانا اور بچوں کا اسکول میں داخلہ کرانے جیسے مواقع شامل ہیں، عدالت کی آئینی بینچ نے اکثریتی فیصلے میں جہاں آدھار قانون کو جائز ٹھہرایا تو وہیں اس کی بعض دفعات کو منسوخ کردیا، ساتھ ہی اپنے فیصلے میں کہا کہ پرائیویٹ کمپنیاں آدھار کارڈ یعنی اس کے ڈیٹا کا مطالبہ نہیں کرسکتیں، وہیں یہ بھی کہا کہ پین کارڈ کے لیے اس کی لازمیت برقرار رہے گی، آئینی بینچ نے کہا کہ حکومت عدالت کی اجازت کے بغیر بایومیٹرک ڈیٹا کو قومی سلامتی کے نام پر کسی دیگر ایجنسی کو شیئر نہیں کرسکتی، وہیں مرکزی حکومت سے جلد از جلد ڈیٹا تحفظ کا مضبوط قانون بنانے کے لیے بھی کہا گیا ہے، آدھار پر عدالت کے ملے جلے ردعمل اور متوازن فیصلے پر بی جے پی نے جہاں اسے اپنی جیت سے تعبیر کیا ہے تو وہیں کانگریس پر اپنے سخت ردعمل کا اظہار بھی کیا ہے، ارون جیٹلی کا کہنا ہے کہ آدھار پر سپریم کورٹ کا فیصلہ تاریخی ہے اور اس فیصلے سے آدھار کی آئینی حیثیت اور حکومت میں اس کی افادیت ثابت ہوئی۔

اس میں شبہ نہیں کہ جہاں آدھار ملکی شہریت کا ثابت کرنے کے لیے کسی بھی بھارتی کے رہنے والے کے لیے ایک یونیک آئی ڈی کی آئینی حیثیت رکھتا ہے، وہیں عدالت کے مطابق اس نے معاشرے کے پسماندہ لوگوں کو حقوق اور شناخت دی ہے، نیز اس کی خاص بات یہی ہے کہ اس کی ڈوپلیکسی نہیں کی جاسکتی ہے، لیکن یہ غلط نہیں کہ عدالت کے تازہ فیصلے سے پرائیویٹ کمپنیوں کو بڑا دھچکا لگا ہے، دیکھا یہ گیا ہے اگر نیا موبائل نمبر لینے کے لیے پرائیویٹ کمپنی کے آؤٹ لیٹ پر کوئی شخص جاتا ہے تو کمپنی والے آدھار کی کاپی بغیر فون نمبر جاری کرنے سے انکار کردیتے ہیں، پچھلے دنوں ملک کے شہریوں کا آدھار ڈیٹا غیر ملکوں میں لیک کئے جانے کا ایک بڑا انکشاف لگا تھا، بی جے پی کو چوطرفہ گھیرابندی اور سوالوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ڈیٹا چوری کئے جانے کا الزام لگ جانے سے اس کی بڑی کھاری ہوئی تھی، لیکن یہ معاملہ تھما نہیں تھا اور سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا تھا، اب اگرچہ چنندہ جگہوں پر آدھار کی لازمیت موقوف کردی گئی ہے، ایسے میں یہ سوال اٹھ رہے ہیں کہ پھر وہ کونسا شناختی کارڈ ہوگا، جس کی ڈوپلیکسی کا بھی کوئی احتمال نہ ہو اور اس کی بنیاد پر شواہد جیسا ضروری کام انجام پائے، مثلاً موبائل کا سم کارڈ حاصل کرنے کے لیے وہ کون سا دستاویز یا شناختی کارڈ ہوگا، جس کو دکھا کر نیا فون نمبر حاصل کیا جاسکے، اسکول میں داخلہ کرایا جاسکے وغیرہ۔ وطن عزیز میں پہلے ہی بے شمار کام ایسے ہورہے ہیں، جن میں بعض لوگ حکومت اور قانون کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں اور شاطر اپنا کام کررہے ہیں، آدھار کی سختی اور لازمیت کے باوجود وجے مالیا جیسے لوگوں کو ہزاروں کا قرض بینک بہ آسانی دے دیتے ہیں اور وہ ملک سے باہر جاکر عیش کررہے ہوتے ہیں، لہذا جن جگہوں پر آدھار کی لازمیت کو منسوخ کرکے کوئی دوسرا راستہ ڈھونڈا جائے گا، وہ بھی ویسا ہی اپنے آپ میں یونیک ہوگا اور ویسا ہی سخت ہوگا، جیسا کہ موجود آدھار ہے: کیوں کہ آدھار کی اصلیت اپنے آپ میں اہم معنی رکھتی ہے اور اس کو جعلی بنانے کے تمام راستے ختم کردیئے گئے ہیں، اس لیے اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ حکومت ان چنندہ مواقع پر جہاں آدھار کی لازمیت تو ضروری نہیں؛ لیکن اس کے نہ ہونے سے بھی ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہونے کا ڈر پیدا ہوگیا ہے، وہ اس پہلو پر بھی نظر رکھے اور متبادل لائے، ملک کے شہریوں کا ڈیٹا بے حد اہم ہے، اس لیے یہ بھی دھیان رکھا جائے کہ کسی ایسے ادارہ اور شخص کے ہاتھ نہ پڑ جائے جو اس کا غلط استعمال کرے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

WEEK ENDING-08/10/2018, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے